اللہ کے کرم سے فیضِ شہِ امم سے | Nepal Urdu Times | ہیں خوب تیرے چرچے نیپال اردو ٹائمز | nepalurdutimes | تیرے لیے دعا یہ رمضان کر رہا ہے | nepalurdutimes | Nepal Urdu Times | تا حشر یوں ہی چمکے نیپال اردو ٹائمز | www.nepalurdutimes.com

بانی ومہتمم :مفتی محمد رضا قادری نقشبندی مصباحی خلیفہ حضور شیخ العالم وسربراہ اعلیٰ علما کونسل نیپال بفیض روحانی : مجمع الفضائل والبرکات،مظہر کمالات امام ربانی حضور شیخ العالم مولانا شاہ احمد رضا نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ قیادت :قائد ملت نیپال حضرت مولاناالحاج سید غلام حسین مظہری مرکزی صدر علما کونسل نیپال

Reg.No: 5310 -2082/2083

نیپال اردو ٹائمز

ہفت روزہ

Weekly
The NEPAL URDU TIMES

eSewa

جلد نمبرا
VOL:(1)

چیف ایڈیٹر: عبد الجبار علیمی نظامی
weeklynepalurdutimes@gamil.com

12 صفحات

16 / جولائی 2026 مطابق 30 / محرم الحرام 1448ھ 32 گتے اساڑ 2083

شمارہ نمبر ۹۸
ISSUE (98)

عراق سے ۲۳ سال بعد امریکی فوج کا انخلا، ۳۰ ستمبر تک فوجی مشن ختم

واشنگٹن:(ایجنسیاں)
امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ وہ ۳۰ ستمبر تک عراق سے اپنی تمام فوج واپس بلا لے گا، جس کے ساتھ ہی ۲۰۰۳ میں صدام حسین کی حکومت کے خاتمے کے لیے شروع ہونے والی اور بعد میں داعش کے خلاف کارروائیوں میں تبدیل ہونے والی ۲۳ سالہ امریکی فوجی موجودگی کا اختتام ہو جائے گا۔وائٹ ہاؤس میں عراقی وزیر اعظم علی الزیدی کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے کہا کہ واشنگٹن اب عراق میں مستقل فوجی موجودگی کو ضروری نہیں سمجھتا۔

عراقی وزیر اعظم علی الزیدی نے مترجم کے ذریعے گفتگو کرتے ہوئے تصدیق کی کہ تمام امریکی فوجی ۳۰ ستمبر تک عراق چھوڑ دیں گے، تاہم امریکی کمپنیاں بدستور عراق میں اپنا کاروبار جاری رکھیں گی۔

صدر ٹرمپ نے کہا کہ اب امریکہ کو عراق میں فوج رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ان کے مطابق عراق کے ساتھ تعلقات اب وسیع تجارتی شراکت داری کی شکل اختیار کر چکے ہیں، خاص طور پر امریکی تیل کمپنیوں کے ساتھ تعاون میں اضافہ ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ضرورت پڑی تو امریکہ عراق کی مدد اور تحفظ کے لیے موجود ہو گا، لیکن موجودہ حالات میں فوجی موجودگی ضروری نہیں رہی۔علی الزیدی نے بھی اس اعلان کو دہراتے ہوئے کہا کہ ۳۰ ستمبر تک امریکی فوج عراق سے نکل جائے گی جبکہ امریکی کمپنیاں ملک میں کام جاری رکھیں گی۔ بعد ازاں امریکی محکمہ دفاع (پینٹاگون) نے کہا کہ فوج کا انخلا ۲۰۲۴ میں بغداد اور واشنگٹن کے درمیان ہونے والے اس معاہدے کا حصہ ہے جس کے تحت داعش کے خلاف امریکی قیادت والے فوجی مشن کو

ختم کیا جا رہا ہے۔
پینٹاگون کے مطابق اس معاہدے کے بعد سے عراق میں تعینات امریکی فوجیوں کی بڑی تعداد پہلے ہی واپس جا چکی ہے۔

امریکہ نے مارچ ۲۰۰۳ میں عراق پر یہ دعویٰ کرتے ہوئے حملہ کیا تھا کہ صدام حسین کے پاس وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار موجود ہیں، تاہم بعد میں یہ دعوے ثابت نہیں ہو سکے۔
۲۰۰۷ میں عراق میں امریکی فوجیوں کی تعداد اپنی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی تھی، جب وہاں ۱۷۰۰۰۰ سے زائد امریکی اہلکار تعینات تھے میں صدر براک اوباما کے دور میں ہونے والے معاہدے کے بعد زیادہ تر امریکی جنگی دستے عراق سے واپس چلے گئے تھے، جبکہ محدود تعداد میں فوجی سفارتی مشن کے تحفظ اور سکیورٹی تعاون کے لیے باقی رہے۔

تاہم ۲۰۱۴ میں داعش کے عراق اور شام کے وسیع علاقوں پر قبضے کے بعد بغداد کی درخواست پر امریکی فوج دوبارہ عراق واپس آئی۔ اس کا مقصد عراقی فورسز کو تربیت دینا اور لاجسٹک معاونت فراہم کرنا تھا۔

اگرچہ ۲۰۲۱ تک داعش اپنی علاقائی طاقت کھو چکی تھی، اس کے باوجود تقریباً ۲۵۰۰ امریکی فوجی عراق میں تربیتی اور انسداد دہشت گردی کے مشترکہ مشن کے تحت موجود رہے، یہاں تک کہ ۲۰۲۴ میں انخلا کا معاہدہ طے پایا۔

اس معاہدے کے بعد امریکی فوجیوں کی تعداد مسلسل کم کی جاتی رہی اور اب صرف محدود تعداد میں مشاورتی اہلکار باقی ہیں۔

۳۰ ستمبر کو مکمل ہونے والا یہ انخلا ۲۰۲۴ کے معاہدے کے تحت عراق میں امریکی فوجی مشن کا باضابطہ اختتام ہو گا، جس کے ساتھ ۲۰۰۳ میں شروع ہونے والے فوجی باب کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

حکومت صنعتکاروں اور تاجروں کو درپیش مسائل کے حل کے لیے تیار ہے: وزیر اعظم

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو
وزیر اعظم بالیندر (بالین) شاہ نے نجی شعبے کے نمائندوں سے ملاقات میں واضح کیا ہے کہ حکومت صنعتکاروں اور تاجروں کو درپیش تمام عملی مسائل حل کرنے کے لیے مکمل طور پر تیار ہے۔کاٹھمنڈو میں وزیر اعظم ہاؤس (سنگھ دربار) میں ہونے والی اس اعلیٰ سطحی اقتصادی گفتگو میں ملکی معیشت کی بہتری، سرمایہ کاری کے ماحول اور تاجر برادری کے تحفظات پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا۔بنیادی مقصد: ملکی اقتصادی سرگرمیوں کو متحرک کرنا، صنعتوں اور کاروبار کے آپریشنز کو آسان بنانا، اور سرمایہ کاری کے لیے ساز گار ماحول پیدا کرنا۔ نجی شعبہ اہم شراکت دار: وزیر اعظم بالیندر شاہ نے تاجروں کو یقین دلایا کہ نجی شعبہ ملک کی اقتصادی ترقی، روز گار کے مواقع پیدا کرنے اور پیداوار بڑھانے میں حکومت کا اہم ترین شراکت دار ہے۔ حکومتی ترجیحات: وزیر اعظم آفس کی جانب سے نجی شعبے کے اعتماد کو بحال کرنے، روز گار کی فراہمی، پیداوار میں اضافے اور انتظامی و قانونی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے فوری اصلاحات کا وعدہ کیا گیا ہے۔اجلاس میں فیڈریشن آف نیپال چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری اور نیپال چیمبر آف کامرس سمیت دیگر اہم تجارتی تنظیموں کے رہنماؤں نے شرکت کی۔ تاجر برادری کی جانب سے

درج ذیل مطالبات سامنے رکھے گئے: صنعتوں کے فروغ اور سرمایہ کاری میں اضافے کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جائیں۔ حکومتی پالیسیوں میں تسلسل کو یقینی بنایا جائے تاکہ طویل مدتی سرمایہ کاری محفوظ ہو سکے۔ سرکاری خدمات کی فراہمی کے نظام کو سادہ اور تیز رفتار بنایا جائے۔ حکومت اور تاجروں کے درمیان مستقل بنیادوں پر نتیجہ خیز مکالمے کا آغاز کیا جائے۔وزیر اعظم شاہ نے ان سفارشات کو سنجیدگی سے لینے کا عہد کیا اور کہا کہ متعلقہ سرکاری ایجنسیوں کے ذریعے ان تجاویز پر عملدرآمد یقینی بنایا جائے گا۔ اس ملاقات کو نجی شعبے اور حکومت کے درمیان اعتماد کی بحالی کے لیے ایک اہم سنگِ میل قرار دیا جا رہا ہے۔

موجودہ گورننس ڈھانچے میں غیر متعلقہ قانونی اور ادارہ جاتی دفعات منسوخ کی جائیں: وزیر خزانہ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو وزیر خزانہ ڈاکٹر سورنم واگلے نے کہا ہے کہ "موجودہ گورننس ڈھانچے میں غیر متعلقہ سمجھی جانے والی قانونی اور ادارہ جاتی دفعات کو منسوخ کرنے کی ضرورت ہے "تاکہ ریاست کو زیادہ موثر، شفاف اور سرمایہ کار دوست بنایا جا سکے۔کاٹھمانڈو میں "گورننس اصلاحات اور معاشی ترقی" کے عنوان سے منعقدہ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کئی قوانین اور ادارے ایسے ہیں جو ۳۰-۴۰ سال پہلے کے حالات کے لیے بنے تھے اور آج کی حقیقتوں سے مطابقت نہیں رکھتے۔وزیر نے کہا: ایک ہی کام کے لیے ۴-۵ اداروں سے منظوری لینی پڑتی ہے۔ کچھ دفعات ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ اس سے نہ صرف وقت ضائع ہوتا ہے بلکہ بدعنوانی کے مواقع بھی بڑھتے ہیں۔ان کے مطابق غیر واضح اور متضاد قوانین کی وجہ سے ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کار الجھن کا شکار ہیں۔جب تک ہم قانونی ڈھانچے کو آسان نہیں بنائیں گے، بڑی سرمایہ کاری نہیں آئے گی۔وزیر خزانہ نے بتایا کہ وزارت خزانہ، وزارت قانون اور قومی منصوبہ بندی کمیشن پر مشتمل ایک ٹاسک فورس بنائی گئی ہے۔ ذرائع کے مطابق جائزے میں شامل ممکنہ شعبے: صنعت اور تجارت: لائسنسنگ کے پرانے قوانین، زمین کا انتظام: متضاد اراضی قوانین مقامی حکومت: وفاق اور صوبوں کے اختیارات میں اوورلیپ، غیر فعال یا خسارے والے ادارے وزیر خزانہ نے کہا کہ ٹاسک فورس کی رپورٹ آنے کے بعد کابینہ سے منظوری لے کر اگلے پارلیمانی اجلاس میں بل پیش کیے جائیں گے۔ حکومت کا ہدف اگلے مالی سال کے بجٹ سے پہلے کم از کم ۵۰ غیر ضروری دفعات کو ختم کرنا ہے۔

اسپیکر ڈول پرساد آریال کی متحدہ عرب امارات کے وزیر خارجہ سے ملاقات

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو قومی اسمبلی کے قائم مقام اسپیکر ڈول پرساد (ڈی پی) آریال اور متحدہ عرب امارات کے وزیر خارجہ کے بجائے امارات کے وزیر برائے خارجہ تجارت ڈاکٹر ثانی بن احمد الزیودی کے درمیان ایک اہم اور خیر سگالی ملاقات ہوئی ہے۔ قائم مقام اسپیکر ڈی پی آریال نے اس ملاقات میں واضح کیا کہ نیپال کی موجودہ پارلیمنٹ کی تشکیل کے بعد متحدہ عرب امارات کی جانب سے یہ اب تک کا سب سے اعلیٰ سطحی دورہ ہے۔دونوں رہنماؤں نے نیپال اور یو اے ای کے مابین تجارتی، اقتصادی اور سفارتی تعلقات کو نئی بلندیوں تک لے جانے اور باہمی تعاون کے نئے افق کھولنے پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔یو اے ای کے وزیر خارجہ تجارت ڈاکٹر ثانی بن احمد نے کہا کہ ان کی حکومت نیپال میں سرمایہ کاری کے لیے ساز گار ماحول پیدا کرنے کے حوالے سے مثبت سوچ رکھتی ہے۔انہوں نے خاص طور پر مندرجہ ذیل شعبوں میں سرمایہ کاری بڑھانے میں دلچسپی ظاہر کی: ٹیکنالوجی، بنیادی ڈھانچہ، تعلیم۔اماراتی وزیر نے یو اے ای کی ترقی اور تعمیر نو میں نیپالی مزدوروں اور ورکرز کے گرانقدر کردار اور محنت کو بے حد سراہا۔اس اعلیٰ سطحی ملاقات میں اماراتی وزیر کے ہمراہ ایک ۱۸ رکنی وفد بھی شامل تھا جس نے قائم مقام اسپیکر آریال سے تفصیلی بات چیت کی۔

وزارتوں میں کمی کے فیصلے پر عمل درآمد میں مزید وقت لگے گا: لمبینی صوبہ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
لمبینی
حکومت نے انتظامی اخراجات کو کم کرنے اور کارکردگی بڑھانے کے لیے اس اصلاحاتی منصوبے کو مالی سال ۲۰۲۶/۲۷ کی ترجیحات میں شامل کیا تھا، تاہم حتمی خاکہ طے نہ ہونے کے سبب یکم جولائی کی مقررہ ڈیڈ لائن گزرنے کے بعد بھی اس پر عمل نہیں ہو سکا ہے۔ صوبائی کابینہ نے موجودہ ۱۲ وزارتوں کو ضم کر کے صرف ۸ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔اس اقدام کا مقصد وزراء، سیکریٹریٹ، گاڑیوں، سکیورٹی اور عملے کے انتظام پر ہونے والے بھاری جاری اخراجات کو کم کرنا اور گورننس کو چست بنانا ہے۔منصوبے کے تحت وزارت شہری ترقی و پانی کی فراہمی اور وزارت توانائی و آبپاشی کو وزارت فزیکل انفراسٹرکچر ڈیولپمنٹ کے تحت لایا جائے گا، جبکہ وزارت نوجوانان و کھیل کو وزارت سماجی ترقی میں ضم کیا جائے گا۔ حکومت کے اعلیٰ ذرائع کے مطابق، ابھی تک حتمی طور پر یہ طے نہیں ہو پایا ہے کہ کس وزارت کو کس طرح اور کن شرائط پر دوسری وزارت میں ضم کیا جائے گا۔ چیف سیکریٹری کی سربراہی میں قائم 'آرگنائزیشن اینڈ مینجمنٹ سروے کمیٹی' کو قوانین میں ترمیم کا مسودہ تیار کرنے کی ذمہ داری دی گئی تھی، جس پر تفصیلی کام اب بھی جاری ہے۔وزیر اعلیٰ چیت نارائن آچاریہ کی کابینہ سے حال ہی میں بعض وزراء کے استعفوں اور ردوبدل کی وجہ سے بھی انتظامی ڈھانچے کی منتقلی کا کام سست روی کا شکار ہوا ہے۔صوبائی وزیرِ سماجی ترقی جنم جے تملسینا کے مطابق، اگرچہ اس فیصلے سے معاشی بوجھ کم ہو گا، لیکن محکموں اور ملازمین کی حتمی ایڈجسٹمنٹ میں تکنیکی اور انتظامی وجوہات کے باعث کچھ مزید وقت درکار ہو گا

روسی فوج میں ۱۳۱ نیپالی ہلاک، ۹۵ لاپتہ اور ۹ یوکرین میں قید: وزیر خارجہ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو
وزیر خارجہ نے ایوان نمائندگان میں ایک اہم بیان دیتے ہوئے کہا کہ "روسی فوج میں شامل ہو کر یوکرین کے خلاف جنگ لڑنے والے ۱۳۱ نیپالی شہری اب تک ہلاک "ہو چکے ہیں۔وزیر خارجہ نے حکومت کی جانب سے جمع کی گئی تازہ ترین تفصیلات پیش کیں: ہلاک: ۱۳۱ نیپالی شہری، لاپتہ: ۹۵ نیپالی شہری قید: ۹ نیپالی شہری اس وقت یوکرین کی تحویل میں ہیں۔وزیر خارجہ نے کہا: یہ انتہائی افسوسناک ہے کہ ہمارے شہری غیر قانونی طور پر روسی فوج میں بھرتی ہو کر جنگ کا شکار بن رہے ہیں۔ حکومت اس معاملے کو انتہائی سنجیدگی سے لے رہی ہے۔انہوں نے بتایا کہ حکومت نے متاثرہ خاندانوں کی مدد کے لیے "روس اور یوکرین دونوں ممالک کی حکومتوں سے سفارتی رابطے "تیز کر دیے ہیں۔ لاپتہ افراد کی تلاش اور قید نیپالیوں کی رہائی کے لیے مسلسل کوششیں جاری ہیں۔وزیر خارجہ نے یاد دلایا کہ حکومت نے پہلے ہی "نیپالی شہریوں کے روسی فوج میں بھرتی پر مکمل پابندی" عائد کر رکھی ہے۔ اس کے باوجود کچھ بھرتی ایجنٹ غیر قانونی طریقے سے نوجوانوں کو روس بھیج رہے ہیں۔انہوں نے عوام سے اپیل کی کسی بھی قسم کے لالچ میں آ کر غیر قانونی طور پر بیرون ملک جنگ میں حصہ نہ لیں۔ ایسا کرنا جرم بھی ہے اور جان کے لیے خطرہ بھی۔ہزیر خارجہ نے کہا کہ حکومت "نیپال کی خودمختاری، علاقائی سالمیت اور سرحدی تحفظ" کے لیے مکمل طور پر پر عزم ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان سرحدی ورکنگ گروپ کی میٹنگ جلد متوقع ہے۔
متاثرہ خاندانوں کو مالی اور قانونی مدد فراہم کی جائے گیغیر قانونی بھرتی میں ملوث ایجنٹوں کے خلاف ،سخت کارروائی ہو گی، بھارت سے سرحدی مسئلے پر جلد دوطرفہ مذاکرات شروع کیے جائیں گے۔وزیر خارجہ نے کہا کہ حکومت بیرون ملک پھنسے نیپالیوں کی حفاظت اور عالمی سطح پر نیپال کے مفادات کے تحفظ کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔

بیج کی پیداوار اور فروخت بہتر بنانے کے لیے سیڈ ریگولیشنز میں ترمیم

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو
زرعی شعبے کو جدید خطوط پر استوار کرنے اور کسانوں کو معیاری بیج کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے حکومت نے "سیڈ ریگولیشنز ۲۰۲۶" میں اہم ترامیم کی منظوری دے دی ہے۔وزارت

زراعت و مویشی پال کے مطابق نئی ترمیم کا مقصد "بیج کی پیداوار سے لے کر فروخت اور تقسیم تک "پورے نظام کو شفاف، جوابدہ اور ٹیکنالوجی پر مبنی بنانا ہے بیج کی پیداوار سے پہلے لازمی لیب ٹیسٹ ہو گا، مارکیٹ میں جعلی اور غیر معیاری بیج فروخت کرنے پر بھاری جرمانہ اور لائسنس منسوخی، ہر بیج کے بیگ پر QR کوڈ لازمی ہو گا جس سے کسان اصل بیج کی تصدیق کر سکے گا۔ بیج کمپنیوں اور ڈیلرز کی رجسٹریشن اب آن لائن ہو گا۔لائسنس کے اجراء اور تجدید کا عمل ۱۵ دن کے اندر مکمل کیا جائے گا۔ڈیجیٹل ڈیٹا بیس سے جعلی ڈیلرز کی فوری نشاندہی ممکن ہو گی۔ حکومتی سبسڈی والا بیج صرف رجسٹرڈ کسانوں کو ای-کارڈ کے ذریعے ملے گا۔ ضلعی سطح پر بیج کی طلب اور رسد کا ریئل ٹائم ڈیٹا جمع کیا جائے گا۔ دور دراز علاقوں میں بیج کی بروقت ترسیل کے لیے پرائیویٹ سیکٹر کو بھی شامل کیا جائے گا۔ اہم فصلوں کے بیج کی زیادہ سے زیادہ قیمت حکومت طے کرے گی۔ ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹنگ پر سخت کارروائی ہو گی۔کسان شکایت کے لیے ٹول فری ہیلپ لائن قائم کی جائے گی۔ نجی شعبے کو نئی بیج کی اقسام کی تحقیق کے لیے مراعات دی جائیں گی۔ موسمیاتی تبدیلی کے مطابق قوت برداشت رکھنے والے بیج کی پیداوار کو ترجیح دی جائے گی

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

ایران نے ہرمز میں جہازوں پر میزائل داغے، امریکہ نے پھر حملہ کیا

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
سید ظہیر احمد فنا

امریکی حملوں پر ڈیموکریٹس کی تنقید، ٹرمپ پر 'بغیر مجاز جنگ' چھیڑنے کا الزام

امریکہ کی جانب سے حملے:
امریکہ نے پیر کے روز ایران پر دوبارہ حملے کیے۔ ان حملوں میں ایران کے ساحلی نگرانی کے نظام، ڈرون کے بنیادی ڈھانچے اور میزائل اڈوں کو نشانہ بنایا گیا، تاکہ آبنائے ہرمز میں مسافر اور تجارتی جہازوں کے لیے ایرانی خطرات کو کم کیا جاسکے۔

ایران میں دھماکے: ایران کے جنوبی حصوں بشمول بندر عباس، کیش جزیرے، صوبہ بوشہر کے شہر 'جام' اور جزیرہ قشم میں دھماکوں کی آوازیں سنی گئیں۔

تیل بردار جہازوں پر حملہ:
ایران کی جانب سے آبنائے ہرمز میں متحدہ عرب امارات (UAE) کے دو آئل ٹینکروں کو نشانہ بنایا گیا۔ ایرانی کروز میزائل حملے کے نتیجے میں ایک ہندوستانی ملاح ہلاک ہو گیا، جبکہ ۱۸ افراد شدید زخمی ہوئے۔ امریکی سیاست میں ہلچل اور ٹرمپ پر تنقید: ڈیموکریٹک رہنماؤں نے صدر ڈونلڈ ٹرمپ پر شدید تنقید کی ہے اور ان پر کانگریس کی منظوری کے بغیر جنگ چھیڑنے کا الزام لگایا ہے۔ سینیٹ میں ڈیموکریٹک رہنما چک شومر اور دیگر رہنماؤں نے مطالبہ کیا ہے کہ صدر ٹرمپ کانگریس کی منظور کردہ قرارداد پر عمل کرتے ہوئے امریکی افواج کو اس خطرے سے نکالیں اور جنگ کا فوری خاتمہ کریں۔

تجارتی بحری جہازوں کے عملے کی ہلاکتیں۔ ایران ذمہ دار۔ امریکہ

واشنگٹن: (ایجنسیاں) امریکہ نے منگل کے روز تجارتی بحری جہازوں کے عملے کی ہلاکتوں اور زخمی ہونے کے واقعات کا ذمہ دار ایران کو قرار دیتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ گزشتہ ایک ہفتے کے دوران ایرانی افواج نے ۷ تجارتی جہازوں کو نشانہ بنایا اور خلیجی ممالک پر بھی میزائلوں اور ڈرونز سے حملے کیے۔ امریکی سینٹرل کمانڈ کے سربراہ ایڈمرل بریڈ کوپر نے ایک بیان میں کہا کہ ایران نے جان بوجھ کر شہری جہازوں کو نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں متعدد شہری ملاح ہلاک، لاپتا یا زخمی ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ ۷ دنوں کے دوران ایران نے خطے میں شہریوں کو دانستہ نشانہ بنایا ہے۔ ۷ تجارتی جہازوں پر حملوں کے نتیجے میں تقریباً ایک درجن شہری عملے کے ارکان ہلاک، لاپتا یا زخمی ہوئے ہیں۔ ان کے مطابق ایرانی افواج نے پڑوسی خلیجی ممالک کی جانب درجنوں میزائل اور ڈرون بھی داغے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکی افواج اس بلااشتعال جارحیت پر ایران کو جواب دہ ٹھہرا رہی ہیں کیونکہ اس سے بے گناہ شہریوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ رہی ہیں۔

یہ بیان ایسے وقت میں سامنے آیا ہے جب مغربی ایشیا میں امریکہ اور ایران کے درمیان کشیدگی مسلسل بڑھ رہی ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان فوجی کارروائیوں اور سمندری سلامتی سے متعلق تنازع مزید شدت اختیار کر چکا ہے۔ امریکی فوج کئی بار ایران پر الزام عائد کر چکی ہے کہ وہ آبنائے ہرمز اور اس کے اطراف بین الاقوامی بحری آمد ورفت اور تجارتی جہاز رانی کے لیے خطرہ پیدا کر رہا ہے۔ آبنائے ہرمز دنیا کی مصروف ترین بحری تجارتی گزرگاہوں میں شمار ہوتی ہے۔ سینٹرل کمانڈ کا تازہ بیان اس اعلان کے بعد سامنے آیا ہے کہ امریکہ نے ایرانی بندرگاہوں اور ساحلی علاقوں کی جانب آنے اور جانے والے جہازوں کے خلاف بحری ناکہ بندی دوبارہ شروع کر دی ہے۔ یہ اقدام ایران پر مزید امریکی حملوں کے چند گھنٹے بعد کیا گیا۔ ایکس پر جاری ایک بیان میں سینٹرل کمانڈ نے کہا کہ مشرقی امریکی وقت کے مطابق شام ۴ بجے بحری ناکہ بندی دوبارہ نافذ کی گئی۔ امریکی افواج ایسی کارروائیاں جاری رکھے ہوئے ہیں جن کا مقصد ان ایرانی صلاحیتوں کو کمزور کرنا ہے جنہیں واشنگٹن کے مطابق آبنائے ہرمز میں تجارتی جہازوں کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔

بیان کے مطابق اس بحری ناکہ بندی کے لیے خطے میں امریکہ کے ۲۰ سے زائد جنگی بحری جہاز اور سیکڑوں فوجی طیارے تعینات ہیں۔ ادھر ہندوستان نے آبنائے ہرمز سے گزرنے کے دوران دو تجارتی جہازوں ایم ٹی البہیہ اور ایم ٹی ممباسا پر حملوں پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ ان دونوں جہازوں پر مجموعی طور پر ۴۶ افراد کا عملہ موجود تھا جن میں ۳۰ ہندوستانی ملاح شامل تھے۔ ایم ٹی البہیہ پر موجود ۱۲ ہندوستانی شہریوں میں سے ایک کی موت ہو گئی جبکہ ایک زخمی ہوا ہے۔ ایم ٹی ممباسا پر موجود ۱۸ ہندوستانی شہریوں میں سے ۹ زخمی ہوئے ہیں جن میں ۲ کی حالت تشویشناک بتائی گئی ہے۔ متحدہ عرب امارات کی وزارت دفاع نے تصدیق کی ہے کہ اماراتی پرچم بردار آئل ٹینکر ممباسا اور البہیہ کو عمان کی علاقائی سمندری حدود میں آبنائے ہرمز کے جنوبی راستے سے گزرتے وقت ایرانی کروز میزائلوں سے نشانہ بنایا گیا

ہند۔یورپی یونین معاہدہ تعلقات مضبوط کرے گا

برسلز بیلجیم: (ایجنسیاں) مرکزی وزیر تجارت وصنعت پیوش گوئل نے کہا ہے کہ ہند۔یورپی یونین آزاد تجارتی معاہدہ (ایف ٹی اے) ہند اور بیلجیم کے درمیان اقتصادی تعلقات کو نئی بلندیوں تک پہنچانے کا ایک اہم موقع فراہم کرتا ہے۔ پیوش گوئل نے مقامی قیادت کی میزبانی پر شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اس علاقائی شراکت داری کے مستقبل میں بے پناہ امکانات موجود ہیں۔ انہوں نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر لکھا، "فلینڈرز کے وزیرِاعلیٰ میتھیاس ڈیپنڈیلے اور وزیر اینک ڈی رِڈر کی میزبانی پر ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہند۔یورپی یونین آزاد تجارتی معاہدہ ہند اور بیلجیم کے اقتصادی تعلقات کو مزید مضبوط بنانے کا ایک اہم موقع فراہم کرتا ہے۔ تجارت، سرمایہ کاری اور اختراع کے شعبوں میں فلینڈرز خطے کے ساتھ مزید تعاون کے خواہاں ہیں۔

" پیوش گوئل ۱۴ سے ۱۵ جولائی تک دو روزہ دورے پر بیلجیم میں ہیں، جہاں وہ یورپی یونین کے ساتھ ہند کے تجارتی اور سرمایہ کاری کے تعلقات کو مزید مستحکم بنانے کے لیے مختلف اعلیٰ سطحی ملاقاتیں کر رہے ہیں۔ منگل کو انہوں نے یورپی یونین کے کمشنروں اور بیلجیم کے نائب وزیرِاعظم ڈیوڈ کلارینوال سے ملاقات کی، جس میں زراعت، صاف توانائی، تجارت، سرمایہ کاری اور پائیدار صنعتی ترقی کے شعبوں میں تعاون بڑھانے پر تبادلۂ خیال کیا گیا۔ یہ ملاقاتیں ایسے وقت میں ہو رہی ہیں جب ہند اور یورپی یونین اپنی اسٹریٹجک اقتصادی شراکت داری کو مزید گہرا بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پیوش گوئل نے بتایا کہ انہوں نے زراعت اور خوراک سے متعلق یورپی کمشنر کرسٹوف ہینسن سے بھی ملاقات کی، جس میں ہند۔یورپی یونین آزاد تجارتی معاہدے کے کامیاب اختتام کے بعد زرعی اور غذائی شعبے میں تعاون بڑھانے کے امکانات پر بات چیت ہوئی۔

انہوں نے ایکس پر لکھا، "کرسٹوف ہینسن کے ساتھ تعمیری ملاقات ہوئی۔ ہم نے مضبوط زرعی و غذائی سپلائی چین، غذائی تحفظ، کسانوں کی معاونت اور پائیدار ترقی کو فروغ دینے کے ذریعے زرعی شراکت داری کو مزید مستحکم کرنے کے امکانات پر گفتگو کی۔

"ایک اور ملاقات میں پیوش گوئل نے یورپی کمشنر برائے موسمیاتی تبدیلی، نیٹ زیرو اور کلین گروتھ ووپکے ہوکسٹرا سے ملاقات کی، جس میں موسمیاتی اقدامات، قابلِ تجدید توانائی اور سبز ٹیکنالوجی کے شعبوں میں تعاون بڑھانے پر تبادلۂ خیال کیا گیا۔ انہوں نے کہا، "ووپکے ہوکسٹرا سے ملاقات خوش آئند رہی۔ ہم نے صاف ستھری ترقی، موسمیاتی اقدامات اور پائیدار صنعتی ترقی کے شعبوں میں ہند۔یورپی یونین تعاون کو مزید وسعت دینے پر خیالات کا تبادلہ کیا۔"

پیوش گوئل نے مزید کہا کہ گفتگو کے دوران قابلِ تجدید توانائی، گرین ہائیڈروجن، صاف ٹیکنالوجی، اختراع، سرمایہ کاری اور مضبوط سپلائی چین کے شعبوں میں تعاون بڑھانے پر زور دیا گیا تاکہ دونوں فریقوں کے نیٹ زیرو اہداف کے حصول میں مدد مل سکے۔

وزیر تجارت نے بیلجیم کے نائب وزیرِاعظم اور وزیر برائے روزگار، معیشت و زراعت ڈیوڈ کلارینوال سے بھی ملاقات کی، جس میں دوطرفہ اقتصادی تعاون کو مزید فروغ دینے کے طریقوں پر تبادلۂ خیال کیا گیا۔

ایران کو معاہدہ نہ کرنے پر بجلی گھروں اور پلوں پر حملے ہونگے، ٹرمپ

واشنگٹن: (ایجنسیاں) امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے منگل کو خبردار کیا ہے کہ اگر ایران مذاکرات کی میز پر واپس نہیں آیا تو امریکہ آئندہ ہفتے سے ایران کے بجلی گھروں اور پلوں کو نشانہ بنانا شروع کر دے گا۔ فاکس نیوز کو دیے گئے ایک انٹرویو میں ٹرمپ نے کہا کہ امریکہ آئندہ چند دنوں میں ایران کے خلاف اپنی فوجی کارروائیوں میں مزید شدت لائے گا اگر تہران نے دوبارہ مذاکرات شروع نہ کیے۔ انہوں نے کہا کہ "ہم کل رات انہیں بہت سخت نشانہ بنائیں گے۔ اس کے بعد والی رات بھی سخت حملے ہوں گے۔ پھر اگلے ہفتے ان کے لیے صورتحال بہت خراب ہو جائے گی کیونکہ اگلے ہفتے بجلی گھر نشانے پر ہوں گے۔ اگلے ہفتے پل نشانے پر ہوں گے۔ ہم ان کے تمام بجلی گھر اور تمام پل تباہ کر دیں گے اگر وہ مذاکرات کے لیے میز پر نہیں آتے۔"

ٹرمپ کا یہ بیان ایسے وقت میں سامنے آیا ہے جب ایران پر امریکی حملے مسلسل چوتھے روز بھی جاری ہیں۔ یہ کارروائیاں واشنگٹن اور تہران کے درمیان مغربی ایشیا میں کشیدگی ختم کرنے سے متعلق مفاہمتی یادداشت کے خاتمے کے بعد تیز ہو گئی ہیں۔

امریکی نشریاتی ادارے سی این این کے مطابق امریکہ اور ایران کے نمائندوں کے درمیان رابطہ برقرار ہے۔ تاہم ٹرمپ انتظامیہ کا مؤقف ہے کہ جب تک ایران آبنائے ہرمز میں بحری آمد ورفت پر پابندیاں برقرار رکھے گا اس وقت تک مذاکرات آگے نہیں بڑھ سکتے۔ فوجی کارروائی کتنے عرصے تک جاری رہے گی اس سوال پر ٹرمپ نے کہا کہ حملے اس وقت تک جاری رہیں گے جب تک وہ خود انہیں روکنے کا فیصلہ نہیں کرتے۔

انہوں نے ایران میں امریکی زمینی فوج بھیجنے کے امکان کو بھی مسترد نہیں کیا تاہم کہا کہ وہ دوسرے متبادل کو ترجیح دیتے ہیں۔

ٹرمپ نے کہا کہ بعض اوقات زمینی کارروائی کی ضرورت پڑتی ہے لیکن ہمارے پاس ایسے دوسرے لوگ بھی ہیں جو ہمارے لیے زمینی کارروائی انجام دیں گے۔

امریکی صدر نے ایران پر مزید دباؤ ڈالتے ہوئے کہا کہ اگر تہران نے معاہدہ نہ کیا تو اسے سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔

انہوں نے کہا کہ "بہتر ہے کہ تم معاہدہ کر لو۔ ورنہ تمہارے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ تمہارے پاس کوئی بھی نہیں بچے گا۔"

ٹرمپ نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ امریکہ شہری آبادی کو نقصان سے بچانے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ "ہم شہری آبادی کے بارے میں بہت محتاط ہیں۔ لیکن میں نے کہا ہے کہ بہتر ہے معاہدہ کر لو ورنہ تمہارے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔"

ٹرمپ کے مطابق یہ انتباہ امریکی اور ایرانی حکام کے درمیان تقریباً ایک گھنٹہ قبل ہونے والے تازہ رابطے کے دوران بھی دیا گیا۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا ایران معاہدہ کر لے گا تو انہوں نے جواب دیا کہ "انہیں کرنا چاہیے۔ مجھے نہیں معلوم وہ کریں گے یا نہیں۔"

ادھر امریکی سینٹرل کمانڈ نے اسی روز اعلان کیا کہ اس نے ایرانی بندرگاہوں اور ساحلی علاقوں کی جانب آنے اور جانے والے بحری جہازوں کے خلاف بحری ناکہ بندی دوبارہ شروع کر دی ہے۔ یہ اقدام ایران پر مزید امریکی حملوں کے بعد کیا گیا ہے جبکہ مغربی ایشیا میں کشیدگی مسلسل بڑھ رہی ہے

آبنائے ہرمز پھر بنا میدانِ جنگ! امریکہ کی مسلسل فضائی سرگرمیاں، ایران کی زبردست جوابی کارروائی

مشرق وسطی (نیوز ایجنسی) مغربی ایشیا میں امریکہ اور ایران کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی کے باعث آبنائے ہرمز ایک بار پھر عالمی توجہ کا مرکز بن گئی ہے۔ تیل کی عالمی سپلائی کے لیے انتہائی اہم سمجھی جانے والی اس گزرگاہ میں سکیورٹی خدشات بڑھ گئے ہیں، جبکہ دونوں ممالک کے درمیان جاری بیانات اور فوجی سرگرمیوں نے خطے میں بے یقینی پیدا کر دی ہے۔ رپورٹ کے مطابق امریکہ نے ایران پر دباؤ بڑھانے کے لیے سمندری ناکہ بندی دوبارہ نافذ کرنے اور نئی اقتصادی پابندیاں عائد کرنے کا اعلان کیا ہے۔

امریکی سینٹرل کمانڈ کے مطابق یہ اقدامات پہلے بھی اپریل اور مئی کے دوران کیے گئے تھے، جنہیں اب دوبارہ نافذ کیا گیا ہے۔ اسی دوران امریکی فضائیہ کی سرگرمیوں میں بھی اضافہ دیکھا جا رہا ہے۔ امریکی میڈیا کے مطابق امریکی فضائیہ نے مسلسل چوتھے روز ایران کے متعدد فوجی اور اسٹریٹجک اہداف پر فضائی حملے کیے۔ دوسری جانب ایرانی سرکاری میڈیا نے دعویٰ کیا ہے کہ ایران نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے اردن میں واقع ایک امریکی فوجی اڈے کو نشانہ بنایا ہے، تاہم اس دعوے کی آزاد ذرائع سے تصدیق نہیں ہو سکی۔ بڑھتی ہوئی کشیدگی کے پیش نظر کویت اور بحرین نے اپنے شہریوں کے لیے سفری اور سکیورٹی ایڈوائزری جاری کرتے ہوئے ممکنہ خطرات سے محتاط رہنے کی ہدایت دی ہے۔ ادھر امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے ایک ٹی وی انٹرویو میں ایران کو سخت پیغام دیتے ہوئے کہا کہ اگر تہران مذاکرات کی میز پر واپس نہیں آتا تو امریکہ مزید سخت اقدامات پر غور کرے گا۔ تاہم انہوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ آبنائے ہرمز سے گزرنے والے بین الاقوامی تجارتی جہازوں پر مجوزہ ۲۰ فیصد سکیورٹی فیس نافذ نہیں کی جائے گی تاکہ تجارتی دباؤ میں کمی لائی جا سکے۔

اقتصادی محاذ پر بھی امریکہ نے ایران کے خلاف نئی پابندیاں عائد کرتے ہوئے ایرانی مرکزی بینک سے منسلک متعدد خفیہ کرپٹو والٹس کو نشانہ بنایا ہے۔ امریکی محکمہ خزانہ کے مطابق تقریباً ۱۳ کروڑ ڈالر مالیت کے کرپٹو اثاثے منجمد کر دیے گئے ہیں۔ امریکی وزیر خزانہ اسکاٹ بیسنٹ نے کہا کہ واشنگٹن ایران کی مبینہ غیر قانونی مالی سرگرمیوں اور ڈیجیٹل اثاثوں کے استعمال پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہے اور مستقبل میں بھی ایسے اقدامات جاری رہیں گے۔

مرادآباد میں خاتون کا جبری مذہب تبدیلی کا معاملہ

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
سید ظہیر احمد فنا

اترپردیش کے ضلع مرادآباد میں ایک خاتون کو زبردستی مذہب تبدیل کرانے، عصمت دری، غیر قانونی قید اور جان سے مارنے کی دھمکی دینے کے الزام میں ایک مسلم

جوڑے، ایک مولوی اور دو نامعلوم افراد کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا ہے۔ پولیس نے اس سلسلے میں میاں بیوی (سلطان صلاح الدین اور معراج بیگم) کو گرفتار کر لیا ہے۔

اہم نکات اور الزامات:

واقعہ کا پس منظر: خاتون اور ملزمان کے خاندان کے درمیان گزشتہ تین سال سے تعلقات تھے اور وہ ایک دوسرے کے گھر آتے جاتے تھے۔

زبردستی قید اور دباؤ: خاتون کا الزام ہے کہ ٦ فروری کو معراج بیگم نے انہیں اپنے گھر بلایا، جہاں معراج کے شوہر سلطان صلاح الدین (جو کہ ایک مولوی ہیں)، ایک اور مولوی اور دو نامعلوم افراد پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے خاتون کو زبردستی گھر کے اندر قید کر لیا اور لائسنس یافتہ پستول سے دھمکا کر مذہب تبدیل کرنے اور مذہبی کلمات پڑھنے پر مجبور کیا۔

زبردستی شادی اور عصمت دری: خاتون کے مطابق، ان پر سلطان صلاح الدین سے شادی کرنے کے لیے دباؤ ڈالا گیا۔ جب انہوں نے انکار کیا تو دوسرے مولوی نے کہا کہ اسلام اور شریعت میں زبردستی شادی کی اجازت نہیں، تاہم سلطان صلاح الدین نے انہیں اپنی بیوی بنا کر رکھنے پر اصرار کیا اور قید کے دوران ان کی عصمت دری کی گئی۔

فرار اور پولیس سے رجوع: خاتون کئی روز بعد کسی طرح وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوئیں اور پولیس سے رابطہ کیا۔ ان کا الزام ہے کہ فرار ہونے کے بعد بھی ملزمان انہیں مسلسل دھمکیاں دیتے رہے۔

پولیس کی کارروائی: مرادآباد کے سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کمار رنوجے سنگھ کے مطابق، خاتون کی شکایت پر فوری طور پر بھارتیہ نیائے سنہتا (BNS)، اترپردیش غیر قانونی مذہب تبدیلی انسداد قانون اور ایس سی / ایس ٹی ایکٹ کی مختلف دفعات کے تحت مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔

گرفتاریاں: نامزد ملزمان سلطان صلاح الدین اور معراج بیگم کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا ہے، جبکہ دیگر ملزمان کی تلاش کے لیے پولیس ٹیمیں کارروائی کر رہی ہیں۔ سلطان صلاح الدین کے خلاف ضلع بدایوں میں اقدام قتل کا ایک مقدمہ پہلے سے درج ہے۔

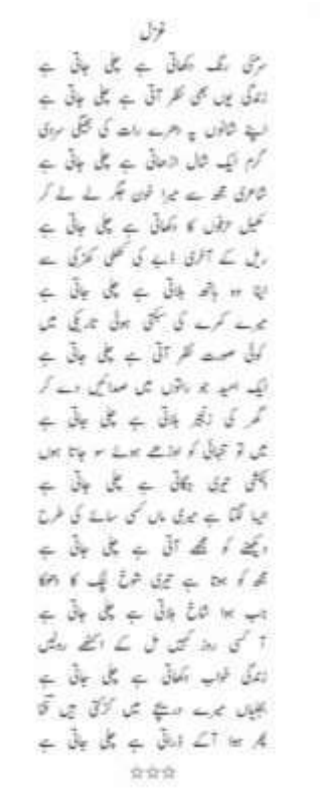

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +9779701714929, +977 9817619786, +9779821442810

نیپال نے سستا سرحدی علاقے میں سیکورٹی میں کیا اضافہ، بھارت نے تشویش کا کیا اظہار

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
نولپراسی

حکومت نے ہندوستان سے متصل مغربی نولپراسی ضلع کے نارائنی ندی پر واقع سرحدی علاقہ سستا میں سیکورٹی میں اضافہ کر دیا ہے۔ وزارت داخلہ نے ضلعی انتظامیہ کے دفتر نولپراسی کو خط بھیج کر اضافہ سیکورٹی دستہ تعینات کرنے اور مقامی شہریوں کے مسائل کو حل کرنے کی ہدایات دی تھی۔ ۳جولائی کو وزارت داخلہ کی ہدایت کے بعد مسلح پولیس فورس دستہ کو ایک انسپکٹر کی کمان میں تعینات ۲۵ جوانوں کی تعداد کو بڑھا کر ۴۰ کر دیا ہے۔ تین دن بعد ۶ جولائی کو نیپالی فوج کے بریگیڈیئر جنرل یام بہادر ادھیکاری کی قیادت میں فوج کی ایک ٹیم بھی سستا پہنچی۔ چھ دن بعد اتوار کو مسلح پولیس فورس کی ایڈیشنل انسپکٹر جنرل انجنی پوکھریل نے بھی جائے وقوعہ پر معائنہ کیا۔ ان دنوں سستا میں باندھ کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل انڈین بارڈر سیکورٹی فورس ایس ایس بی نے مشرقی حصے میں پہنچ کر زیر تعمیر کام کو روکنے کو کہا تھا۔ اس پیش رفت کے بعد نیپال کی حکومت نے وہاں سیکورٹی بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ بتایا گیا ہے کہ نیپالی فوج کے سینئر افسران کے سادہ کپڑوں میں سستا پہنچنے کے بعد ہندوستانی فریق نے باضابطہ طور پر نیپال سے اس بارے میں معلومات طلب کیں۔ نیپال کی وزارت خارجہ کے ایک عہدیدار کے مطابق، ہندوستان نے پوچھا کہ جنرل یمبہادر ادھیکاری کی قیادت میں ٹیم سستا کیوں گئی تھی۔ اس پر نیپال نے واضح کیا کہ فوج کی ٹیم مانسون اور ممکنہ آفات کے خطرے کا مطالعہ کرنے کے مقصد سے وہاں گئی تھی

نوجوان ڈرائیور کی خود سوزی پر پارلیمنٹ میں ہنگامہ، وزیر اعظم بالین شاہ سے استعفے کا مطالبہ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

قومی اسمبلی میں اپوزیشن ارکان نے ۲۵ سالہ رائیڈ شیئرنگ ڈرائیور گنیش نیپالی کی پولیس کے ساتھ تلخ کلامی کے بعد خود سوزی اور ہلاکت کے واقعے پر شدید احتجاج کرتے ہوئے وزیر اعظم بالیندر شاہ سے فوری استعفے کا مطالبہ کر دیا ہے۔ ۹ جولائی ۲۰۲۶ کو کٹھمنڈو کے علاقے ترپوریشور میں میونسپل اور ٹریفک پولیس نے پارکنگ تنازع پر گنیش نیپالی کی موٹر سائیکل کو لاک لگا دیا اور بھاری جرمانہ عائد کیا۔ پولیس کے مبینہ سخت اور توہین آمیز رویے سے دلبرداشتہ ہو کر نوجوان نے موٹر سائیکل سے پٹرول نکال کر خود کو آگ لگا لی۔ گنیش نیپالی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ۱۰ جولائی ۲۰۲۶ کی صبح بیر اسپتال میں دم توڑ گیا۔ نیپال کی قومی اسمبلی اور ایوانِ نمائندگان کے اجلاسوں میں اپوزیشن جماعتوں بالخصوص نیپالی کانگریس اور نیپال کمیونسٹ پارٹی نے حکومت کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ اپوزیشن ارکان (جیسے بشنو بہادر بشواکرما اور باسانا تھاپا) نے موقف اپنایا کہ حکومت کی غریب دشمن پالیسیوں اور ریاستی جبر نے نوجوان کو موت کے منہ میں دھکیلا، لہٰذا وزیر اعظم بالین شاہ اخلاقی بنیادوں پر فوری مستعفی ہوں۔ پر تنقید اپوزیشن نے الزام لگایا کہ جب نوجوان آگ کے شعلوں میں جھلس رہا تھا تو پولیس اہلکار بچانے کے بجائے اسے "مجرموں کی طرح گھسیٹتے" رہے۔ اپوزیشن کا کہنا ہے کہ وزیر اعظم بالین شاہ، جو ماضی میں اپوزیشن میں رہ کر خود سوزی کے واقعات پر ریاست کی ناکامی کا رونا روتے تھے، آج خود اقتدار میں آ کر عام شہریوں کے تحفظ میں مکمل ناکام ہو چکے ہیں۔

بھارتی سفیر کی اسپیکر ڈول پرساد آریال سے ملاقات، بھارت کے سرکاری دورے کی دعوت

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپال میں متعین بھارتی سفیر نوین سریواستو نے نیپالی پارلیمنٹ کے ایوانِ نمائندگان کے نئے اسپیکر ڈول پرساد آریال سے سنگھ دربار میں ایک خیر سگالی ملاقات کی ہے، جس میں انہوں نے اسپیکر آریال اور نیپالی قانون سازوں کو بھارت کا دورہ کرنے کی باضابطہ دعوت دی ہے۔ ملاقات کے دوران بھارت اور نیپال کے درمیان دیرینہ باہمی تعلقات اور دوطرفہ مفادات کے امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ دونوں رہنماؤں نے دونوں ممالک کی پارلیمان کے مابین تعاون کو مزید فروغ دینے اور پارلیمانی دوستی کمیٹیوں کے نیٹ ورک کو مضبوط بنانے پر زور دیا۔ بھارتی سفیر نوین سریواستو نے حکومتِ ہند کی جانب سے اسپیکر ڈول پرساد آریال اور نیپالی ارکانِ پارلیمنٹ کو بھارت کا سرکاری دورہ کرنے کی دعوت پیش کی۔ یہ ملاقات نیپال میں نئی پارلیمانی قیادت کے چارج سنبھالنے کے بعد دونوں پڑوسی ممالک کے مابین اعلیٰ سطح کے سفارتی رابطوں کو تیز کرنے کی ایک کڑی ہے

گیس میں ہونے والی بلیک مارکیٹنگ کو کنٹرول کرنے کے لیے کمیٹی کی ہدایت، رہبر انصاری

شفیق رضا

کاٹھمانڈو: صنعت و تجارت اور صارفین کے حقوق کی کمیٹی نے ایل پی گیس میں ہونے والی بلیک مارکیٹنگ، مصنوعی قلت اور دیگر مسائل کو کنٹرول

کرنے کے لیے وزارت صنعت، تجارت اور رسد کو ہدایت دی ہے۔ سنگھ دربار میں آج منعقدہ اجلاس میں چیئرمین رہبر انصاری نے گیس کی بلا تعطل فراہمی کے لیے طویل مدتی انتظام کے طور پر پائپ لائن کی توسیع کے امکانات اور اثرات کا مطالعہ اور تحقیق کر کے سات دن کے اندر کمیٹی کو تفصیلی رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت دی ہے۔

انہوں نے پرانے گیس سلنڈروں کے استعمال سے صارفین کو لاحق خطرات کو کم کرنے کے لیے نیپال ایل پی گیس، آئل کارپوریشن اور وزارت کی جانب سے باقاعدہ نگرانی اور معیار کی جانچ کو یقینی بنانے کے لیے مزید ہدایات جاری کی ہیں.

مدھیش صوبے کے سابق سربراہ راجیش اہراج عصمت دری کیس میں قصوروار قرار

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

مدھیش صوبے کے سابق سربراہ (گورنر) راجیش اہراج (جنہیں راجیش جھا بھی کہا جاتا ہے) کو کاٹھمانڈو ڈسٹرکٹ کورٹ نے عصمت دری کے ایک ہائی پروفائل کیس میں قصوروار ٹھہرایا ہے۔ کاٹھمانڈو ڈسٹرکٹ کورٹ کے جج چندرا کانتا پوڈیل کے بنچ نے منگل (۱۴ جولائی ۲۰۲۶) کو راجیش اہراج کو مجرم قرار دینے کا فیصلہ سنایا۔ عدالت نے ان کی سزا کی مدت کا تعین کرنے کے لیے ۱۶ جولائی ۲۰۲۶ کی تاریخ مقرر کی ہے۔ راجیش اہراج پر ان کے گھر میں کام کرنے والی ایک گھریلو ملازمہ نے مئی ۲۰۲۴ میں کاٹھمانڈو کے علاقے نیا بانشور میں اپنے کمرے میں بار بار جنسی زیادتی اور دھمکیاں دینے کا الزام لگایا تھا۔ متاثرہ خاتون نے پولیس میں درج کروائی گئی شکایت میں مؤقف اپنایا تھا کہ جب یہ سلوک شروع ہوا تو ان کی عمر ۱۷ سال تھی۔ نیپال کے قانون کے مطابق ۱۸ سال سے کم عمر (نابالغ) کے ساتھ باہمی رضامندی سے بھی قائم کیا جانے والا جنسی تعلق عصمت دری کے زمرے میں آتا ہے۔ شکایت درج ہونے کے بعد راجیش اہراج گرفتاری سے بچنے کے لیے طویل عرصے تک بھارت میں روپوش رہے۔ تاہم، کاٹھمانڈو واپسی پر انہیں ۴ جولائی ۲۰۲۵ کو نیپال پولیس نے گرفتار کر لیا تھا۔

کرنالی میں سیاحت کا ۸۰ فیصد بجٹ مندروں اور دیوتاؤں پر خرچ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کرنالی

نیپال کے دور دراز کرنالی صوبے میں سیاحت کے فروغ کے لیے مختص سالانہ بجٹ کا "تقریباً ۸۰ فیصد" حصہ "مندروں، آبائی دیوتاؤں، دیویوں اور دیوتاؤں" کے مذہبی و ثقافتی مقامات پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ صوبائی وزارت صنعت، سیاحت، جنگلات و ماحولیات کے مطابق رواں مالی سال ۲۰۲۵/ ۲۶ کے لیے سیاحت کی مد میں کل ۱ ارب ۲۵ کروڑ روپے مختص کیے گئے تھے، جن میں سے ۹۸ کروڑ روپے صرف مذہبی سیاحت پر خرچ ہوئے۔ ۴۵٪ صوبے کے اہم مذہبی مقامات پاتال بھیرب مندر، ماہ دیو، ملاستھان اور مقامی "کُل دیوتا" کے مندروں کی تزئین و آرائش۔ ۲۰٪ دیوسی، گھڑاجاترا، بھوٹے جاترا جیسے مقامی تہواروں کو قومی و بین الاقوامی سطح پر متعارف کرانے کے لیے تشہیر اور انفراسٹرکچر۔ ۱۵٪ مندروں تک جانے والی سڑکوں، پیدل ٹریکس، پینے کے پانی، بیت الخلاء اور ریسٹ ہاؤس کی تعمیر۔ باقی ۲۰٪ ایڈونچر، ایکو ٹورازم اور نیچر سیاحت کے لیے مختص۔ صوبائی وزیر سیاحت نے کہا: کرنالی کی اصل پہچان اس کی روحانیت، ثقافت اور مقامی دیوتا ہیں۔ ہماری پالیسی کرنالی کو نیپال کا 'روحانی سیاحت کا مرکز' بنانا ہے۔ اس سے مقامی لوگوں کو براہ راست روزگار ملا ہے اور مقامی معیشت کو فائدہ ہوا ہے۔ نتیجہ: کرنالی کی حکومت فوری معاشی فائدے کے لیے روحانی سیاحت پر توجہ دے رہی ہے، لیکن پائیدار اور طویل مدتی ترقی کے لیے سیاحت کو متنوع بنانا ناگزیر ہے

قطر کے امیر سے نیپال کے نائب صدر یادو کی ملاقات، سابق امیر قطر کے انتقال پر اظہارِ تعزیت

شفیق رضا: کاٹھمانڈو: نیپال کے نائب صدر رام سہائے پرساد یادو نے بدھ کے روز لوسیل پیلس میں امیرِ قطر شیخ تمیم بن حمد آل ثانی سے ملاقات کی اور سابق امیر شیخ حمد بن خلیفہ آل ثانی کے انتقال پر حکومتِ نیپال، نیپالی عوام اور اپنی جانب سے گہرے رنج و غم اور دلی تعزیت کا اظہار کیا۔ اظہارِ تعزیت کے لیے قطر کے دورے پر آئے نائب صدر یادو نے ملاقات کے دوران سابق امیر کو خراجِ عقیدت پیش کیا اور اس غم کی گھڑی میں قطر کی حکومت، شاہی خاندان اور پوری قطری قوم کے ساتھ نیپال کی یکجہتی کا پیغام دیا۔ لوسیل پیلس میں ہونے والی اس ملاقات میں قطر کے نائب امیر شیخ عبداللہ بن حمد آل ثانی، وزیر اعظم و وزیرِ خارجہ شیخ محمد بن عبد الرحمن بن جاسم آل ثانی، مجلسِ شوریٰ کے اسپیکر حسن بن عبداللہ الغانم اور شاہی خاندان کے دیگر سینئر ارکان بھی موجود تھے۔ اس موقع پر مرحوم سابق امیر کے صاحبزادوں اور دیگر شیوخ نے بھی شرکت کی۔ مرحوم سابق امیر شیخ حمد بن خلیفہ آل ثانی کے انتقال کے بعد قطر کی حکومت نے قومی سوگ کا اعلان کیا ہے۔ انہیں خراجِ عقیدت پیش کرنے اور شاہی خاندان سے اظہارِ تعزیت کے لیے مختلف دوست ممالک کے سربراہانِ مملکت، سربراہانِ حکومت اور اعلیٰ سطحی نمائندے دوحہ پہنچ رہے ہیں۔ نیپال اور قطر کے درمیان دیرینہ دوستانہ تعلقات، باہمی تعاون اور باہمی احترام کو اس اعلیٰ سطحی ملاقات سے مزید مضبوطی ملنے کی توقع ہے۔

نیپال میں مسلسل موسلادھار بارش سے کاٹھمنڈو کو جوڑنے والے تمام راستے بند

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپال میں مسلسل پوربی بارش کی وجہ سے آئے سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ نے کاٹھمانڈو جانے والے تمام چھوٹے سڑک کے راستوں کو بند کر دیا ہے۔ مکوانپور ضلع انتظامیہ کے دفتر نے ہیٹونڈا سے ہو کر کاٹھمنڈو جانے والی کانتی لوک پتھ شاہراہ کو اگلی اطلاع تک بند کر دیا ہے۔ اس شاہراہ کے کئی مقامات پر لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے راستہ بلاک ہو گیا ہے۔ اسی طرح کاٹھمانڈو تک پہنچنے والے ہیٹونڈا بھینسے۔ بھیم فیدی سڑک کے حصے پر کئی مقامات پر لینڈ سلائیڈنگ ہونے سے تمام گاڑیوں کو ہیٹونڈا بازار کے علاقے میں ہی روک دیا گیا ہے۔ مکوانپور ضلع پولیس دفتر کے مطابق بھینسے پالونگ نویسے سے اس موقع پر مرحوم سابق امیر کے صاحبزادوں اور دیگر شیوخ نے بھی شرکت کی۔ مرحوم سابق امیر شیخ حمد بن خلیفہ آل ثانی کے انتقال کے بعد قطر کی حکومت نے قومی سوگ کا اعلان کیا ہے۔ انہیں خراجِ عقیدت پیش کرنے اور شاہی خاندان سے اظہارِ تعزیت کے لیے مختلف دوست ہوتے ہوئے کاٹھمنڈو تک آنے والی سڑک پر بھی گاڑیوں کی آمد و رفت روک دی گئی ہے۔ بھینسے سے سم بھنجیانگ تک مختلف مقامات پر لینڈ سلائیڈنگ کے خطرے کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ ہیٹونڈا کولیکھانی چھا کھیل کاٹھمانڈو راستے پر واقع سکورا کی لینڈ سلائیڈنگ رات میں ہی صاف کر دی گئی تھی، لیکن مسلسل خطرہ بنے رہنے کی وجہ سے فی الحال اس راستے پر بھی ٹریفک پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ وہیں، ہیٹونڈا اسسنیری، کاٹھمنڈو سڑک پر اندر سروور گاؤں پالیکا ۳ کے سسنیری علاقے میں آئے سیلاب سے ٹریفک متاثر ہو گیا۔ اس کے نتیجے میں وہاں پہنچنے والی گاڑیوں کو پوری رات روکے رکھا گیا۔

کچی آبادیوں کے خلاف کریک ڈاؤن اور نوجوانوں کی گرفتاریوں پر مائتی گھر چوک میں شدید احتجاج

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

دارالحکومت کاٹھمانڈو کے مشہور چوک مائتی گھر میں مستقل بحالی کے بغیر زمین کے بغیر رہنے والے کچی آبادی کے مکینوں (اسکواٹرز/ کی زبردستی بے دخلی اور پولیس کی جانب سے نوجوان مظاہرین کی غیر قانونی گرفتاریوں کے خلاف شدید احتجاجی مظاہرے کیے گئے ہیں۔ مظاہرین کا غصہ اس وقت مزید بڑھ گیا جب کیرتی پور میں واقع عارضی ہولڈنگ سینٹر میں سیلاب کا پانی داخل ہوا، جس کی وجہ سے پہلے سے بے گھر خاندان دوبارہ سڑکوں پر آ گئے اور انتظامیہ کا ناقص انتظام مکمل طور پر بے نقاب ہو گیا۔ حکومت نے اپریل سے کچی آبادیوں کے خلاف بلڈوزر آپریشن شروع کر کے لگ بھگ ۱۵،۰۰۰ افراد (۲،۶۰۰ خاندان) کو بے گھر کر دیا تھا۔ ان میں سے کچھ کو کیرتی پور کے ہولڈنگ سینٹر میں رکھا گیا تھا، جہاں سیلاب کا پانی داخل ہونے سے وہ دوبارہ دربدر ہو گئے۔ جب جین زی کے نوجوان سماجی کارکنان متاثرین کی حالتِ زار دیکھنے ہولڈنگ سینٹر پہنچے، تو پولیس نے ان پر لاٹھی چارج کیا اور انہیں گرفتار کر لیا، جس سے عوامی غصے میں شدید اضافہ ہوا۔ مشترکہ قومی اسکواٹرز فرنٹ' کے بینر تلے سینکڑوں افراد نے مائتی گھر پر جمع ہو کر پلیٹیں اور چمچ بجا کر علامتی احتجاج کیا۔ مظاہرین نے "غریبوں پر ظلم بند کرو"، "انسانی حقوق کا احترام کرو" اور "بلڈوزر نہیں، حل دو" جیسے نعرے لگائے۔ اس تنازع کا اثر کاٹھمانڈو سے باہر بھی دیکھا گیا۔ کوشی صوبے میں پولیس نے مائتی گھر کے گرفتار کارکنوں کے حق میں دھرنا دینے پر ۲۶ مزید افراد کو حراست میں لیا

خصوصی شمارے کا اعلان

نیپال اردو ٹائمز کے سو شمارے پورے ہونے پر دل کی گہرائیوں سے تمام قارئین کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ہم شکر گزار ہین کہ آپ اپنی محبتوں سے نوازتے رہے

عبد الجبار علیمی چیف ایڈیٹر نیپال اردو ٹائمز: +9779701714929

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

ہفت روزہ نیپال اردو ٹائمز
Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com
ہفت روزہ نیپال اردو ٹائمز

اولیاء کرام کی صحبت ایمان کو تازگی بخشتی ہے

آل انڈیا تنظیم اہلسنت کے قومی جنرل سکریٹری قاری شمس تبریز واسطی بارگاہ مخدوم ملت میں پہنچے

امبیڈکر نگر (اخلاق احمد نظامی)

آل انڈیا تنظیم اہلسنت کے قومی صدر اور مدرسہ شیخ العالم صابریہ چشتیہ لکھنو کے رئیس الاساتذہ حضرت قاری شمس تبریز واسطی اپنی تنظیم سے وابستہ علماء و سماجی کارکنان کے ساتھ تارک السلطنت حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمتہ والرضوان کے مزار پرانوار پر حاضری دی اور فیوض وبرکات سے مستفید ہوئے اس کے بعد درگاہ مخدوم ملت کچھوچھہ شریف کے موجودہ سجادہ نشین سے ان کے دولت کدہ حاضری دی دست بوسی کے بعد ان سے خوب خوب دعائیں لیں کچھوچھہ شریف سے واپسی پر قاری شمس تبریز واسطی نے نامہ نگاروں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کے ولیوں کی شان اور مخدوم جہانگیر سمنانی ثم کچھوچھوی علیہ الرحمتہ والرضوان کا فیضان روحانیت اسلام کی ترویج واشاعت کا ایک روشن باب ہے۔ آپ کی مقدس تعلیمات نے معاشرے کو اخلاقی و روحانی بلندیوں سے ہمکنار کیا اور آج بھی ان کی خدمات امت مسلمہ کے لیے مشعل راہ ہیں۔

قاری شمس تبریز واسطی نے کہا کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اولیاء اللہ وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جن کے دل اللہ کی محبت اور ذکر سے منور ہوتے ہیں انہوں نے کہا کہ سورہ یونس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "خبردار! جو اللہ کے دوست (ولی) ہیں ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

قاری شمس تبریز واسطی نے کہا کہ اولیاء کرام کی صحبت ایمان کو تازگی بخشتی ہے اور ان کی تعلیمات عشقِ رسول ﷺ اور شریعتِ مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کا درس دیتی ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کے ذریعے دین کی حفاظت اور اشاعت کا کام لیا جاتا ہے۔

قاری واسطی نے کہا کہ کچھوچھہ شریف امبیڈکر نگر، اترپردیش کا شمار برصغیر کے عظیم ترین روحانی مراکز میں ہوتا ہے۔ غوث العالم مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ سلسلہ اشرفیہ کے بانی ہیں آپ ایران کے شہر سمنان کی حکمرانی چھوڑ کر تصوف اور اشاعتِ اسلام کا راستہ چنا۔ آپ کی تصنیفات اور روحانی تعلیمات نے لاکھوں انسانوں کو ہدایت کے راستے پر گامزن کیا

قاری شمس تبریز واسطی نے کہا کہ دورِ حاضر میں شہزادہ مخدوم ملت حضرت علامہ سید محمد اشرف کچھوچھوی بانی و صدر آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ خانوادۂ اشرفیہ کے عظیم چشم و چراغ ہیں۔ آپ نے جدید دور میں صوفی سنی مسلمانوں کی سماجی اور فلاحی بیداری کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور صوفی ازم کے پیغامِ محبت وامن کو عام کرنے میں اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ اخیر میں قاری واسطی نے کہا کہ اولیاءِ کرام رحمہم اللہ کی شان اللہ عزوجل کے محبوب بندوں سے محبت وعقیدت کا تعلق قائم رکھتی ہے ان کے نقش قدم پر چلنا یقیناً بہت بڑی سعادت ہے قاری شمس تبریز واسطی کے ساتھ مولانا حبیب عالم مصباحی، انجینر محبوب عالم صدیقی اور حافظ عطاء المصطفیٰ کے علاوہ دیگر لوگ شامل تھے

وہ دل ویران ہے جس میں قرآن کریم کا کوئی حصہ محفوظ نہ ہو - علماء

کمسن حافظ محمد مرسلین نے قلیل مدت میں حفظ قرآن پاک مکمل کیا

پریس ریلیز
نیپال اردو ٹائمز
سنت کبیر نگر (اخلاق احمد نظامی)

تحصیل حلقہ خلیل آباد میں واقع دارالعلوم اہلسنت صدرالعلوم سسوا داخلی میں جمعرات کو ایک طالب علم حافظ محمد مرسلین ابن زین اللہ انصاری نے اپنے مشفق استاذ قاری نثار احمد نظامی و دیگر اساتذہ کو قرآن کریم کی آخری چند سورتیں سناکر محض ۱۲ برس کی عمر اور انتہائی قلیل مدت میں اللہ کے کلام پاک کو حفظ کرنے کی سعادت حاصل کرلی اس موقع پر علماء حفاظ اور قراء کی بڑی تعداد موجود تھی سبھی حضرات نے ننھے حافظ قرآن کی ستائش کی اور دعاؤں سے نوازا تاہم دارالعلوم ہذا کے پرنسپل مولانا محمد احمد مصباحی، مولانا شاہد رضا مصباحی، حافظ و قاری عرفان احمد سبحانی اور نظامی جامع مسجد لہرولی بازار کے خطیب و امام حافظ و قاری مشتاق احمد نظامی نے دارالعلوم ہذا کے احاطہ میں منعقد تہنیتی پروگرام میں حافظ قرآن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس نے قرآن مجید پڑھا اور اُسے حفظ کیا اُس کے حلال کو حلال جانا اور اُس کے حرام کو حرام جانا تو اللہ اُسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اُس کے گھر والوں میں سے ایسے دس افراد کے حق میں اُس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہو چکا تھا۔ علماء نے کہا کہ حافظ قرآن کو حکم ہو گا کہ پڑھتے رہو اور بہشت کے درجات چڑھتے جاؤ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھو جیسے تم قرآن حکیم دُنیا میں پڑھتے تھے

علماء نے حافظ قرآن کے والدین کے مقام کی فضیلت کے بارے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن حافظِ قرآن کے والدین کے سر پر ایسا منور تاج رکھا جائے گا کہ اُس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ ہو گی.

علماء نے یہ بھی کہا بڑی خوشی اور سعادت مندی کی بات ہے کہ زین اللہ انصاری کے نورِ چشم حافظ محمد مرسلین نے حفظ قرآن کی تکمیل کرلی ہے والدین کے لئے یہ امر نہایت باعث فخر اور قابل اعزاز ہے کہ ان کے بیٹے نے کم سنی میں قرآن مجید فرقان حمید کو اپنے سینے میں محفوظ کرنے کی عظیم سعادت حاصل کی ہے

علماء نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ وہ دل ویران گھر کی مانند ہے جس میں قرآن کریم کا کوئی حصہ محفوظ نہ ہو حافظ قرآن کتنے خوش نصیب ہیں کہ جن کے سینے میں باری تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید جیسی آفاقی دولت و نعمتِ عظمٰی محفوظ کر دی ہے

علماء نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ میری اُمت کے شرفاء اور باعزت لوگ حفاظ قرآن اور تہجد گزار ہیں حافظ قرآن اسلام کا علمبردار ہے جس کی تکریم و تعظیم کی جائے، اللہ اسے عزت بخشے گا علماء نے دعا کی کہ اللہ رب العزت حافظ محمد مرسلین کو حفظِ قرآنِ حکیم کی نعمتِ عظمٰی کی حفاظت کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے. والدین، اساتذہ کرام کے لیے خوش بختی کا ذریعہ اور مخلوقِ خدا کے لیے فائدہ مند بنائے

اس موقع پر دارالعلوم ہذا کے اراکین ،اساتذہ ،طلبہ کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے پروگرام کا اختتام صلوۃ و سلام اور مولانا محمد احمد مصباحی کی دعا سے ہوا

جانشین حضور فخر نیپال کی مفکر اسلام ناشر رضویات حضرت علامہ ڈاکٹر محمد انوار احمد بغدادی مدظلہ العالی سے خصوصی ملاقات۔

پریس ریلیز
نیپال اردو ٹائمز

مؤرخہ ۴ جولائی ۲۰۲۶ بروز ہفتہ بعد نماز عصر جانشین حضور فخر نیپال حضرت مولانا محمد فضل یزدانی قادری امجدی مدظلہ النورانی نے ناشر رضویات حضرت علامہ ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی (سابق پرنسپل) جامعہ علیمیہ، جمداشاہی) سے بریم رویال ہوٹل میں خصوصی ملاقات فرمائی۔

اس روحانی نشست میں ”جدید ٹیکنالوجی کے ذریعہ تعلیمات امام احمد رضا کی اشاعت اور ہماری ذمہ داریاں“ کے موضوع پر انتہائی اہم اور نہایت ہی مفید اور تفصیلی تبادلۂ خیال ہوا۔

امام اہل سنت سیدنا اعلی حضرت احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ کے افکار و نظریات کو دنیا بھر میں کس طرح عام کیا جائے اور اس کے لیے لائحۂ عمل کیا ہو؟ اس تعلق سے حضرت فاضل بغداد نے سیر حاصل گفتگو فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

”پُرفتن دور حاضر میں جہاں جدید ٹیکنالوجی جیسے اے آئی، آرٹیفیشل انٹیلیجنس، فیسبک، ٹویٹر، انسٹاگرام سوشل میڈیا پلیٹ فارم دنیا بھر میں متعارف ہوئی اور یہ ترقی کرتے کرتے ہر گھر میں داخل ہوگئی وہیں اس کے نقصانات دینی اعتبار سے بہت ہوئے، بدمذہبوں نے اپنے باطل عقائد کی نشرو اشاعت کے لیے اسے خوب استعمال کیا اور وہ اپنے عقائد فاسدہ کو گھر گھر پہنچانے میں کامیاب بھی ہوئے۔ دوسری طرف ہماری سستی اور آپسی اختلافات نے اس جانب توجہ دینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ جس کا نتیجہ ہے کہ عصری تعلیم یافتہ طبقہ اور نئی نسل مذہب حق کے بجائے غیروں کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل پیرا ہیں ان کی سوچ و فکر انھیں سے ہم آہنگ ہوتے جارہے ہیں۔ آج ہمارے مخالفین ہمیں دنیا بھر میں بدعتی کہتے اور اسی ٹائٹل سے متعارف کراتے ہیں۔

اگر ہم نے فکر رضا کی نشر و اشاعت اور صحیح ترجمانی مسلم دنیا میں باہمی روابط اور سوشل میڈیا کے ذریعے مختلف زبانوں میں کرایا ہوتا تو ان کے مکر اور دجل کا پردہ بے نقاب ہو گیا ہوتا۔

ہم نے کئی عرب شیوخ سے ملاقاتیں کیں اور انھیں اعلی حضرت کی فکر و تعلیمات اور ان کی تحریرات کو پیش کیا تو تعجب میں پڑ گئے اور بے ساختہ بول اٹھے اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے! ہمیں تو کچھ اور ہی بتایا جاتا ہے۔۔۔

مزید حضرت موصوف نے فخر ملت فاؤنڈیشن نیپال کے کاموں کو سراہتے ہوئے کہا کہ ”بے کار لوگوں کا کام ہی ہے نکتہ چینی کرنا اور کام میں رکاوٹ بننا۔ لہذا! آپ حضرات مخالفین کی پرواہ کیے بغیر کام کرتے رہیے، اگر آپ یوں ہی تیزی کے ساتھ کام کرتے رہیں گے تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ مخالفین کی زبان خود بند ہو جائے گی“۔

پھر فرمایا:

”اس وقت اعلی حضرت کی کتب کو جہاں مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کی ضرورت ہے وہیں جدید ڈیجیٹل ٹیکنالوجی ذرائع سے گھر گھر پہنچانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے“۔ اخیر میں انھوں نے فاؤنڈیشن کی مسلسل ترقی، دینی، ملی خدمات اور اس کے مفید کوششوں کو قابل قدر بتاتے ہوئے اس کی کامیابیوں اور نیک تمناؤں کا اظہار فرمایا۔ اس نشست میں مذکورہ حضرات کے علاوہ حضرت مولانا عبدالجبار علیمی (ابتدا)، حضرت مولانا علاء الدین امن رضوی اور حضرت مولانا کلام الدین علیمی بھی موجود تھے اسی طرح مؤرخہ ۸ جولائی ۲۰۲۶ چہار شنبہ بعد نماز مغرب جانشین حضور فخر نیپال حضرت مولانا محمد فضل یزدانی قادری امجدی مدظلہ العالی نے قطر میں تشریف لائے ہوئے دوسرے مہمان ممتاز عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد رئیس الدین ازھری (بنارس یوپی، ہند) سے خصوصی ملاقات فرمائی۔

اس خوشگوار نشست میں دونوں شخصیات کے درمیان ”دعوت و تبلیغ کے لیے شوشل میڈیا کا استعمال“ اور "امت کی صلاح و فلاح" جیسے موضوع پر انتہائی اہم اور فکری گفتگو ہوئی۔

مہمان کا خیر مقدم کرتے ہوئے عربی رومال اور فخر ملت فاؤنڈیشن کی کچھ مطبوعات پیش کیں۔

اس نشست میں جانشین حضور فخر نیپال قبلہ کے علاوہ حضرت مولانا شفیق رضا ثقافی، حضرت مولانا عابد حسین سگھاروی، حضرت مولانا علاء الدین امن رضوی اور ناچیز اختر رضا امجدی بھی شریک رہیں۔

دعا ہے کہ رب کریم ہمیں دین متین کی خوب خوب خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ملک نیپال کی عظیم علمی شخصیت امین شریعت و مفتی اعظم نیپال حضور فخر نیپال قبلہ کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر درازتر فرمائے، فخر ملت فاؤنڈیشن نیپال اور ان کے تمام ممبران و معاونین کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے آمین ثم آمین۔

از:۔ محمد اختر رضا امجدی
خادم فخر ملت فاؤنڈیشن نیپال

مدرسہ مظاہر العلوم صفتہ بستی میں علاقائی علمائے کرام کی کامیاب مشاورتی نشست منعقد

الحمدللہ، مدرسہ مظاہر العلوم صفتہ بستی، راج گڑھ، بارہ دشی-۱، ضلع جھاپا، نیپال میں بروز سنیچر ۱۱ جولائی ۲۰۲۶ء (۲۷ اسار ۲۰۸۳) بعد نماز ظہر علاقائی علمائے کرام کی ایک اہم اور بابرکت مشاورتی نشست کامیابی کے ساتھ منعقد ہوئی۔ اس موقع پر ضلع جھاپا کے مختلف علاقوں اور اطراف و اکناف سے معزز علمائے کرام نے بھرپور شرکت فرماکر پروگرام کی رونق میں اضافہ کیا۔ مہمان علمائے کرام کا نہایت پرتپاک استقبال کیا گیا۔ باہمی علیک سلیک، مصافحہ اور معانقہ کے ذریعے محبت، اخوت اور اتحاد کی خوبصورت فضا قائم رہی۔ اجلاس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، جس کے بعد فاتحہ خوانی اور اجتماعی دعا کا اہتمام کیا گیا۔ بعد ازاں تمام شرکاء کی خدمت میں ضیافت پیش کی گئی۔ نشست کے دوران علمائے کرام نے اپنے اپنے علاقوں، مکاتب اور دینی سرگرمیوں سے متعلق حالات و تجربات ایک دوسرے کے سامنے پیش کیے۔ باہمی تبادلۂ خیال کے ذریعے دینی تعلیم کے فروغ، مکاتب کے نظام، نصاب تعلیم کو مزید مؤثر بنانے اور بچوں کی بہتر دینی تربیت کے حوالے سے نہایت مفید مشورے سامنے آئے۔ اسی طرح مدرسہ مظاہر العلوم کی فلاح و بہبود، تعلیمی معیار میں بہتری، تنظیمی استحکام اور مستقبل کی ترقی کے لیے بھی مختلف تجاویز پیش کی گئیں، جنہیں شرکائے اجلاس نے سراہا اور باہمی تعاون کے عزم کا اظہار کیا۔ اجلاس خوشگوار اور برادرانہ ماحول میں اختتام پذیر ہوا۔ آخر میں ادارے کی ترقی، علمائے کرام کے اتحاد، ملک نیپال میں امن و سلامتی اور امت مسلمہ کی خیر و فلاح کے لیے خصوصی دعا کی گئی۔ شرکائے اجلاس نے اس مشاورتی نشست کو انتہائی مفید، بروقت اور دینی خدمات کے فروغ کے لیے سنگ میل قرار دیتے ہوئے آئندہ بھی اس نوعیت کے اجتماعات باقاعدگی سے منعقد کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

محمد رضوان احمد مصباحی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
صفتہ بستی، راج گڑھ، بارہ دشی-۱، جھاپا (نیپال

نیپال میں مانسون نے مچائی تباہی، کئی صوبوں میں شدید بارش کا الرٹ جاری

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

محکمہ آبی و موسمیات نے کئی صوبوں میں شدید بارشوں کی وارننگ دیتے ہوئے لوگوں کو ہوشیار رہنے کی اپیل کی ہے۔ محکمہ موسمیات کی پیش گوئی کرنے والے محکمہ کے مطابق مانسون کی کم دباو کی لکیر اس وقت نیپال کے ترائی علاقے کے قریب اپنی اوسط پوزیشن سے تھوڑا شمال کی طرف ہے۔ کوشی باگمتی گنڈکی اور لمبنی صوبوں کے مختلف حصوں کے ساتھ ساتھ صوبہ کرنالی کے کچھ علاقوں میں ہلکی بارش ہو رہی ہے۔ محکمہ نے ملک بھر میں عام طور پر ابر آلود رہنے کی پیش گوئی کی ہے۔ مدھیش باگمتی گنڈکی اور لمبنی صوبوں کے ترائی علاقوں کے کچھ علاقوں میں بھی موسلا دھار بارش کی توقع ہے۔ محکمہ آبی و موسمیات نے خبردار کیا ہے کہ شدید بارشوں سے سیلاب ندیوں میں طغیانی لینڈ سلائیڈنگ اور مٹی کے کٹاؤ کا خدشہ ہے۔ خراب موسم زندگی زراعت صحت عامہ سیاحت کوہ پیما، اور سڑک اور ہوائی ٹریفک کو متاثر کر سکتا ہے۔ حساس علاقوں میں رہنے والے لوگوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ موسم کی سرکاری اپ ڈیٹس پر نظر رکھیں اور ضروری احتیاطی تدابیر اختیار کریں۔

کاٹھمانڈو سمیت نیپال کے ۳۵ اضلاع میں سیلاب کا خطرہ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

کاٹھمانڈو مسلسل موسلا دھار بارش کے درمیان نیپال کے دارالحکومت کاٹھمنڈو سمیت ۳۵ اضلاع اور آس پاس کے ندی نالوں میں سیلاب آنے کا امکان ہے۔ سیلاب کی پیش گوئی کرنے والے ڈویژن نے خطرے والے علاقوں میں رہنے والے لوگوں سے اپیل کی ہے کہ وہ چوکس رہیں اور ضروری احتیاطی تدابیر اختیار کریں۔ ڈویژن کے مطابق کاٹھمنڈو، بھکت پور، للت پور اور ملحقہ اضلاع میں پیر کو سیلاب کا سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ ڈویژن نے خاص طور پر خبردار کیا ہے کہ کاٹھمنڈو، بھکتا پور، للت پور سمیت ملحقہ اضلاع کے کچھ دریاوں میں اچانک سیلاب کا خطرہ زیادہ بڑھ گیا ہے۔ ایسی صورتحال میں دریا کے کنارے رہنے والے لوگوں مسافروں اور متعلقہ مقامی انتظامیہ سے خصوصی احتیاط برتنے کی اپیل کی گئی ہے۔

سلام

میانِ بندہ و رب وجہِ رابطہ ہیں حسین
دکھا گئے جو رہِ حق وہ رہنما ہیں حسین

یزید تخت پہ بھی بیٹھ کر ہے لرزیدہ
کچھ ایسے مقتلِ کربل سے لب کشا ہیں حسین

فرات بہتی رہی، پیاس قتل ہوتی رہی
جو آب کو بھی ہرا دے وہ حوصلہ ہیں حسین

لہو نے ان کے ہی خود یہ گواہیاں لکھ دیں
وفائے عہد کا بے مثل زاویہ ہیں حسین

ملے گی خاک سے تیری مریضِ جاں کو شفا
کہ تیری گود میں جو دفن، کربلا ہیں حسین

یزید جیت کے بھی اپنی ہار روتا ہے
سرِ بریدہ بھی مقتل میں مقتدا ہیں حسین

سنانِ ظلم سے اب تک یہ آ رہی ہے صدا
حدودِ وقت سے آگے کا فلسفہ ہیں حسین

لکھے گی اب تری مدحت زمینِ حشر "ذکی"
ترے قلم کی سیاہی کا حوصلہ ہیں حسین

ذکی طارق بارہ بنکوی
سعادت گنج، بارہ بنکی، یوپی، انڈیا
Zaki Tariq Barabankavi
Sada - e - bismil(editor)
Urdu Weekly Barabanki
BAZME EWAN - E-) President
Saadatganj (GHAZAL
pin_225206

5
ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز
Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com
ادارتی صفحہ
16/ جولائی 2026 مطابق 30/ محرم الحرام 1448ھ 32 گتے اساڑ 2083

مسلم یونیورسٹی کا خواب اور نیپال کے مسلمانوں کی تعلیمی ترجیحات

ڈاکٹر سلیم انصاری؛ جھاپا نیپال

نیپال۔۔۔۔۔

میں مسلم یونیورسٹی کے قیام کا تصور کئی سالوں سے اہلِ علم، دینی جماعتوں، سماجی تنظیموں اور مختلف ملی شخصیات کے درمیان زیرِ بحث رہا ہے۔ اس خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے سیمینار منعقد ہوئے، بے شمار میٹنگ ہوئیں، تجاویز پیش کی گئیں اور اس موضوع پر بہت کچھ لکھا اور بولا گیا۔ راقم نے بھی مختلف مواقع پر اس مسئلے پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ آج بھی بعض مخلص افراد اس سمت میں سنجیدگی سے کوشش کر رہے ہیں، جن کی نیت، جذبہ اور اخلاص قابلِ احترام ہے۔

تاہم کسی بھی بڑے تعلیمی منصوبے کا جائزہ صرف جذبات کی بنیاد پر نہیں بلکہ زمینی حقائق اور عملی امکانات کو سامنے رکھ کر لینا چاہیے۔ مسلم یونیورسٹی کا قیام محض ایک تعلیمی ادارہ قائم کرنے کا نام نہیں، بلکہ اس کے لیے سرکار کی منظوری، وسیع اراضی، مضبوط انفراسٹرکچر، بھاری مالی وسائل، اعلیٰ معیار کے اساتذہ، تجربہ کار انتظامیہ اور طویل المدت مالی استحکام ناگزیر ہیں۔ اس سے بھی بڑا چیلنج یہ ہے کہ قیام کے بعد اس ادارے کو مسلسل علمی معیار اور مالی استحکام کے ساتھ کامیابی سے چلایا جائے۔ موجودہ حالات پر نظر ڈالیں تو یہ حقیقت نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ نیپال کی کئی جامعات میں عربی اور اسلامیات کے شعبے مطلوبہ معیار کے مطابق فعال نہیں ہیں۔ بعض اداروں میں طلبہ کی تعداد بھی انتہائی محدود ہے، جس کے باعث یہ شعبے اپنی افادیت برقرار رکھنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں ایک نئی مسلم یونیورسٹی کے قیام کا منصوبہ اگرچہ خوش آئند خیال ہے، لیکن فی الوقت اسے عملی ترجیح قرار دینا شاید حقیقت پسندی نہیں ہوگی۔

آج نیپال کے مسلمانوں کو اپنی تعلیمی حکمتِ عملی کا از سرِ نو جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ وسائل محدود ہوں تو ترجیحات کا درست تعین ہی کامیابی کی ضمانت بنتا ہے۔

سب سے پہلی ترجیح موجودہ مدارس کی اصلاح ہونی چاہیے۔ مدارس کو جدید

تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے، نصاب کو بہتر بنایا جائے، انتظامی نظام مضبوط کیا جائے اور تدریسی معیار بلند کیا جائے۔ نئے مدارس کے قیام سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ موجودہ اداروں کو مثالی تعلیمی مراکز بنایا جائے تاکہ وہ عصرِ حاضر کے تقاضوں کو پورا کر سکیں۔

دوسری اہم ترجیح جدید اور معیاری اسکولوں کا قیام ہے۔ ایسے اسکول جہاں دینی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ سائنس، ریاضی، کمپیوٹر، انگریزی اور دیگر جدید علوم بھی اعلیٰ معیار کے ساتھ پڑھائے جائیں۔ آج کی دنیا میں وہی قومیں ترقی کر رہی ہیں جو اپنی نئی نسل کو مذہبی اقدار کے ساتھ جدید علم اور عملی مہارت سے بھی آراستہ کر رہی ہیں۔

تیسری اور شاید سب سے زیادہ عملی ضرورت ٹیکنیکل اور ووکیشنل کالجوں کے قیام کی ہے۔ فنی تعلیم نوجوانوں کو براہِ راست روزگار سے جوڑتی ہے اور معاشرے کی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اگر ایک مسلم یونیورسٹی پر صرف ہونے والے وسائل سے مختلف علاقوں میں متعدد ٹیکنیکل کالج قائم کیے جائیں تو ہزاروں نوجوان ہنر مند بن سکتے ہیں، بے روزگاری میں کمی آسکتی ہے اور پوری مسلم برادری معاشی طور پر مضبوط ہو سکتی ہے۔

مسلم یونیورسٹی کا خواب اپنی جگہ اہم اور قابلِ احترام ہے، لیکن ہر خواب کی تعبیر کے لیے مناسب وقت، مضبوط بنیاد اور اجتماعی تیاری ضروری ہوتی ہے۔ دانشمندی کا تقاضا یہی ہے کہ پہلے مضبوط تعلیمی بنیادیں استوار کی جائیں، معیاری اسکول اور جدید مدارس قائم کیے جائیں، فنی تعلیم کو فروغ دیا جائے اور ایک ایسی نسل تیار کی جائے جو علمی، اخلاقی اور معاشی اعتبار سے مضبوط ہو۔ جب یہ بنیادیں مستحکم ہوں گی تو مسلم یونیورسٹی کا خواب بھی زیادہ حقیقت پسندانہ، پائیدار اور کامیاب انداز میں شرمندۂ تعبیر ہوسکے گا۔

تعلیم کا اصل مقصد صرف ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کرنا نہیں، بلکہ ایسے انسان تیار کرنا ہے جو علم، کردار، مہارت اور خدمتِ وطن وملت کا روشن نمونہ بن سکیں۔ یہی وہ راستہ ہے جو نیپال کے مسلمانوں کے تعلیمی مستقبل کو حقیقی معنوں میں روشن بنا سکتا ہے۔ ڈاکٹر سلیم انصاری
جھاپا نیپال

نیپال کی موجودہ حکومت کے نام ایک مخلصانہ گزارش

محمد علی شیر قادری نظامی

سکونت: روضہ شریف، مہوتری نیپال

کسی بھی ملک کی اصل طاقت اس کی بلند و بالا عمارتیں، بڑی سڑکیں یا جدید شہر نہیں ہوتے، بلکہ وہ ہاتھ ہوتے ہیں جو زمین کو ہل چلاتے ہیں، بیج بوتے ہیں اور اپنی محنت سے پوری قوم کے لیے رزق اگاتے ہیں۔ یہی کسان ہیں جو اپنے پسینے سے بنجر زمین کو بھی زرخیز بنا دیتے ہیں۔ اگر کسان خوشحال ہو تو ملک خوشحال ہوتا ہے، اور اگر کسان پریشان ہو تو ترقی کے تمام دعوے بے معنی ہو جاتے ہیں۔ نیپال ایک زرعی ملک ہے، جہاں لاکھوں خاندانوں کا روزگار کھیتی باڑی سے وابستہ ہے۔ اس لیے موجودہ حکومت پر یہ آئینی، اخلاقی اور قومی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کسانوں کے حقوق کا تحفظ کرے اور انہیں وہ تمام سہولیات فراہم کرے جن کی بدولت وہ عزت اور اطمینان کے ساتھ اپنی محنت جاری رکھ سکیں۔ سب سے پہلے حکومت کو آبپاشی کے نظام پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ اگر وقت پر پانی نہ ملے تو بہترین بیج بھی اچھی فصل نہیں دے سکتا۔ نہری نظام، جدید آبپاشی کے منصوبے، ٹیوب ویل اور بارش کے پانی کو محفوظ بنانے کے منصوبے ہر زرعی علاقے تک پہنچنے چاہییں تاکہ کسان موسمی مشکلات کے باوجود بہتر پیداوار حاصل کر سکے۔ اسی طرح معیاری بیج، کھاد اور زرعی ادویات مناسب قیمت پر فراہم کرنا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض علاقوں میں کسانوں کو غیر معیاری بیج، ملاوٹ شدہ کھاد اور جعلی ادویات فروخت کی جاتی ہیں، جس سے ان کی محنت اور سرمایہ دونوں ضائع ہو جاتے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ بعض کھاد کے ڈیلر جان بوجھ کر کھاد کو گوداموں میں چھپا لیتے ہیں، مصنوعی قلت پیدا کرتے ہیں، اور جب کھاد کی شدید ضرورت ہوتی ہے تو وہی کھاد سرکاری نرخ سے کہیں زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ اس ناجائز منافع خوری کا سب سے بڑا نقصان کسان کو اٹھانا پڑتا ہے، جو مجبوری میں مہنگی کھاد خریدنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ صرف ایک تجارتی بے ضابطگی نہیں بلکہ کسان کے حق پر ڈاکا اور قومی زرعی نظام کے ساتھ ناانصافی ہے۔ لہٰذا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ایسے تمام ڈیلروں کو سختی سے خبردار کرے، ان کی باقاعدہ نگرانی کرے، ذخیرہ اندوزی، کالا بازاری اور ناجائز منافع خوری کے خلاف فوری اور مؤثر کارروائی کرے، اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لائسنس منسوخ کرکے انہیں سخت سزا دے۔ کسان کو مقررہ قیمت پر بروقت کھاد کی فراہمی حکومت کی ذمہ داری ہے، نہ کہ اسے بلیک مارکیٹ کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے کسان دن رات محنت کرتا ہے، گرمی، سردی اور بارش برداشت کرتا ہے، مگر جب فصل تیار ہوتی ہے تو اکثر اسے اپنی محنت کی مناسب قیمت نہیں ملتی۔ اگر کسان اپنی فصل بھی خسارے میں فروخت کرنے پر مجبور ہو جائے تو وہ اگلے سال مزید محنت کرنے کا حوصلہ کیسے پیدا کرے گا؟ اس لیے حکومت کو چاہیے کہ فصلوں کی منصفانہ قیمت کی ضمانت دے، منڈیوں میں شفاف نظام قائم کرے اور کسان کو دلالوں کے استحصال سے محفوظ رکھے۔ قدرتی آفات بھی کسان کے لیے ایک بڑا امتحان ہوتی ہیں۔ سیلاب، خشک سالی، لینڈ سلائیڈنگ، ژالہ باری اور دیگر آفات چند لمحوں میں مہینوں کی محنت تباہ کر دیتی ہیں۔

ایسے وقت میں کسان کو صرف تسلی کے الفاظ نہیں بلکہ فوری مالی امداد، فصلوں کی انشورنس، آسان قرضے، مفت بیج، کھاد اور بحالی کے مؤثر منصوبوں کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ دوبارہ اپنے قدموں پر کھڑا ہو سکے۔ یہ حقیقت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ جب کسان کمزور ہوتا ہے تو صرف ایک فرد یا ایک خاندان متاثر نہیں ہوتا بلکہ پوری قوم اس کے اثرات محسوس کرتی ہے۔ خوراک مہنگی ہوتی ہے، دیہی معیشت کمزور پڑتی ہے اور ملک کی ترقی کی رفتار سست ہو جاتی ہے۔ لیکن جب کسان مضبوط ہوتا ہے تو کھیت سرسبز ہوتے ہیں، بازار آباد ہوتے ہیں، معیشت مستحکم ہوتی ہے اور ملک خود کفالت کی طرف بڑھتا ہے۔ نیپال کی موجودہ حکومت سے ہماری مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ کسانوں کے مسائل کو محض وعدوں تک محدود نہ رکھے بلکہ عملی اقدامات کرے۔ آبپاشی کے منصوبوں کو وسعت دی جائے، معیاری بیج، کھاد اور ادویات مقررہ قیمت پر ہر کسان تک پہنچائی جائیں، کھاد کی ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹنگ کا مکمل خاتمہ کیا جائے، کسانوں کو ان کی فصل کی منصفانہ قیمت دی جائے اور قدرتی آفات کے وقت فوری اور مؤثر امداد فراہم کی جائے۔ یہ تحریر تنقید کے لیے نہیں بلکہ اصلاح کے لیے ہے۔ حکومت کے سامنے ایک آئینہ ہے، تاکہ وہ دیکھ سکے کہ ایک مضبوط نیپال کی بنیاد مضبوط کسان ہے۔ اگر کسان خوشحال ہوگا تو نیپال خوشحال ہوگا، اگر کسان محفوظ ہوگا تو ملک محفوظ ہوگا، اور اگر کسان کے چہرے پر اطمینان ہوگا تو یہی اطمینان پوری قوم کی خوشحالی کی علامت بنے گا۔ آیئے ہم سب اس حقیقت کو تسلیم کریں کہ کسان صرف اپنے خاندان کے لیے نہیں بلکہ پوری قوم کے لیے محنت کرتا ہے۔ اس لیے اس کی عزت، اس کے حقوق اور اس کی خوشحالی کا تحفظ حکومت، معاشرے اور ہر ذمہ دار شہری کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ یہی ایک ترقی یافتہ، خود مختار اور خوشحال نیپال کی بنیاد ہے۔

شبِ دیجور میں عام انسانوں کی حالت اور طلوعِ افتاب

شبِ دیجور میں ستاروں کی چمک ایک عجیب ہیبت دل پر نقش کرتی ہے۔ چاند کی ضوفشانی مسافروں کے لیے مشعلِ راہ ہوا کرتی ہے۔ پھر اگر گرمی کی رُت ہو تو اس کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ گرمی کے دنوں میں، سکوتِ شب کے اس عالم میں جہاں ہر جانب خاموش بستی خوابیدہ ہوتی ہے، سب اپنی آنکھوں میں نیند کا خمار لیے ہوئے ہوتے ہیں اور کچھ تو محوِ خواب ہو چکے ہوتے ہیں۔ لیکن انجم شناس تو رات ہی میں اپنا ہنر آزماتے ہیں اور اس کے ذریعہ اچھی خاصی مشق کر لیتے ہیں، جسے دیکھ کر انسان ورطۂ حیرت میں گم ہو جاتا ہے اور عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ ستارہ بین بھی رات کی تاریکیوں سے خوب حظ اٹھاتا ہے اور اپنی استعداد میں نکھار لانے کے لیے ممارست کا کام انجام دیتا ہے۔

بسا اوقات شہروں میں لوگ سحر کے وقت تک باتوں کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں اور گپ شپ کی محفلیں گرم رکھتے ہیں۔ اس کے لیے وہ انتظام و انصرام میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے؛ ان کا ایک خاص نظم وضبط ہوتا ہے جس کے مطابق وہ چلتے ہیں، اور ان کا اندازِ گفتگو قابلِ دید ہوا کرتا ہے۔ ایک سے ایک دل لگی کی باتیں ہوتی ہیں، وہ خوش طبعی کے لیے بہت سے امور انجام دیا کرتے ہیں اور پروانوں کی مثل شمع کے ارد گرد چکر لگاتے ہیں۔ اگر کسی دن محفل میں یہ شمع روشن نہ ہو تو سمجھئے بزم بے جان سی ہو جاتی ہے، اور اس کے واضح اثرات شرکائے محفل کے چہروں پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان کی ہر حرکت اور جملے سے ملال کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

پھر جب سپیدۂ سحر نمودار ہوتا ہے اور ہر طرف اذان کی روح پرور صدائیں گونجنے لگتی ہیں، تو یہ وقت دلوں میں ایک عجیب کیف و سرور پیدا کرتا ہے۔ اس سحر انگیز ماحول میں اتنی مقناطیسیت ہوتی ہے کہ جن لوگوں کے دامن بے داغ ہوتے ہیں، ان کی آنکھیں اسی آن منکشف ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنی آنکھیں مسلتے ہوئے بیدار ہوتے ہیں اور اللہ کی عبودیت کے لیے اپنی نیند قربان کر دیتے ہیں۔ دوسری طرف کچھ وہ ہیں جو خوابِ خرگوش کے مزے لیتے ہیں اور دن چڑھے بیدار ہوتے ہیں؛ یہ ان کی زندگی کا معمول بن چکا ہوتا ہے۔ جن کے دن کا آغاز ہی رب کی نافرمانی سے ہو، ان کا اختتام کس صورت میں ہوتا ہوگا، وہ محتاجِ بیاں نہیں۔ اس وقت شیطانی قوتیں بڑی شد و مد اور اپنی پوری توانائی اس بات میں صرف کرتی ہیں کہ انسان اپنے رب کی عبادت کے لیے نہ اٹھ سکے۔

اسی طرح پھر طلوعِ آفتاب ہوتا ہے۔ سورج کی شعائیں جب بتدریج نکلتی ہیں تو اس وقت کا منظر دیدنی ہوا کرتا ہے۔ وہ صرف دیکھنے والا ہی بتا سکتا ہے کہ کتنا خوشگوار ماحول ہوتا ہے۔ ہر روز سورج کا اپنے اصول و قوانین کے مطابق، وقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نکلنا اور غروب ہونا اس بات کی طرف مشیر ہے کہ کائنات کو چلانے والی ذات صرف ایک ہی ہستی ہے، ورنہ نظامِ قدرت کب کا درہم برہم ہو گیا ہوتا۔ خورشید ہزاروں امیدوں کا منبعِ نور بن کر چمکتا ہے اور چشم زدن ہی میں اپنی ضیا باری دنیا کے ہر خطے میں بکھیرنا شروع کر دیتا ہے۔ کچھ ہی وقفے میں وہ مکمل طور پر تاباں ہو جاتا ہے اور انسانوں کے لیے کھرے کھوٹے، اور صحیح وغلط میں امتیاز کا سبب بنتا ہے۔

ارشاد احمد ۳۰ محرم الحرام ۱۴۴۸ھ
16 جولائی ۲۰۲۶ء

اداریہ

Editorial

کیا دنیا تیسری عالمی جنگ کے دہانے پر؟!

ایڈیٹر کے قلم سے۔۔۔۔۔

دنیا اس وقت ایک ایسے نازک موڑ پر کھڑی ہے جہاں ایک غلط فیصلہ، ایک میزائل یا ایک فوجی کارروائی پورے عالم کو ایک ایسی جنگ کی طرف دھکیل سکتی ہے جس کے نتائج کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔ گزشتہ چند برسوں سے مشرقِ وسطیٰ مسلسل کشیدگی، جنگ اور سیاسی بحرانوں کا شکار ہے، لیکن حالیہ دنوں میں ایران اور امریکہ کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی نے پوری دنیا کی تشویش میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ آج سوال صرف یہ نہیں کہ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کہاں جا رہے ہیں، بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ اگر یہ تنازع مزید پھیلتا ہے تو کیا دنیا ایک نئی عالمی جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے؟

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ مشرقِ وسطیٰ آج بھی دنیا کی معیشت کا سب سے اہم خطہ ہے۔ دنیا کی صنعتیں ہوں، فضائی سفر ہو، بحری تجارت ہو یا بڑے بڑے کارخانے، سب کا دارومدار تیل اور گیس پر ہے، اور اس توانائی کا بڑا حصہ اسی خطے سے دنیا بھر میں پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی یہاں بارود کی بو پھیلتی ہے تو اس کی گونج صرف عرب ممالک تک محدود نہیں رہتی بلکہ ایشیا، یورپ، افریقہ اور امریکہ تک سنائی دیتی ہے۔

اس پوری صورتحال میں سب سے زیادہ اہمیت آبنائے ہرمز کی ہے۔ یہی وہ سمندری راستہ ہے جسے عالمی معیشت کی شہ رگ کہا جاتا ہے۔ خلیج فارس سے نکلنے والے تیل اور قدرتی گیس کا ایک بڑا حصہ اسی راستے سے عالمی منڈیوں تک پہنچتا ہے۔ اگر خدانخواستہ جنگ کے باعث آبنائے ہرمز بند ہو جائے یا وہاں بحری آمد ورفت متاثر ہو جائے تو اس کے اثرات چند ممالک تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ پوری دنیا اس کی قیمت چکانے پر مجبور ہو گی۔ تیل کی قیمتیں آسمان سے باتیں کریں گی، گیس کی قلت پیدا ہو گی، سمندری تجارت متاثر ہو گی، فضائی کرایوں میں اضافہ ہو گا اور مہنگائی کا ایسا طوفان آئے گا جس سے کوئی بھی ملک محفوظ نہیں رہ سکے گا جیسا کہ حالیہ دنوں اس کا شور سنا جاسکتا ہے اور اس کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ ایران نے ماضی میں متعدد مرتبہ یہ اشارہ دیا ہے کہ اگر اس کی قومی سلامتی کو شدید خطرات لاحق ہوئے تو آبنائے ہرمز کی صورتحال تبدیل ہو سکتی ہے، جبکہ امریکہ اور اس کے اتحادی اس اہم آبی گزرگاہ میں آزادانہ بحری آمد ورفت کو اپنی ترجیحات میں شمار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس علاقے میں معمولی کشیدگی بھی عالمی منڈیوں میں بے چینی پیدا کر دیتی ہے اور تیل کی قیمتیں فوری طور پر متاثر ہونے لگتی ہیں۔

اگر ایران اور امریکہ کے درمیان کشیدگی میں مزید اضافہ ہوتا ہے، آبنائے ہرمز غیر محفوظ ہوتی ہے یا خطے میں مزید ممالک اس تنازع میں شامل ہوتے ہیں تو اس کے نتائج پوری دنیا کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ سب سے زیادہ نقصان ترقی پذیر ممالک کو ہو گا۔ نیپال جیسے ممالک، جو اپنی توانائی کی ضروریات کے لیے درآمدات پر انحصار کرتے ہیں، وہاں مہنگائی میں بے پناہ اضافہ ہو گا، اشیائے ضروریہ مزید مہنگی ہوں گی اور عام آدمی کی زندگی پہلے سے زیادہ دشوار ہو جائے گی۔ بیرونِ ملک کام کرنے والے لاکھوں نیپالی محنت کش بھی اس غیر یقینی صورتحال سے متاثر ہو سکتے ہیں۔

دنیا نے پہلی اور دوسری عالمی جنگ کی تباہ کاریاں دیکھی ہیں۔ کروڑوں انسانوں کی جانیں گئیں، شہر کھنڈر بن گئے اور معیشتیں تباہ ہو گئیں۔ کیا آج کی مہذب دنیا ایک بار پھر اسی راستے پر چلنا چاہتی ہے؟ کیا طاقت کے نشے میں انسانیت کو ایک اور عالمی المیے کی طرف دھکیلا جا رہا ہے؟ یہ سوال صرف سیاستدانوں کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

وقت کا تقاضا ہے کہ ایران اور امریکہ دونوں تحمل، حکمت اور سفارتکاری کا راستہ اختیار کریں۔ اقوامِ متحدہ، بڑی عالمی طاقتیں اور علاقائی ممالک بھی اپنی ذمہ داری ادا کریں تاکہ مشرقِ وسطیٰ کو ایک ایسی آگ سے بچایا جاسکے جو صرف اس خطے کو نہیں بلکہ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

حق کی میزان اور تعصب کا فتنہ

محمد توسیم رضا امجدی علیمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ أجمعین، أما بعد!

آج امت کا ایک نہایت سنگین فتنہ یہ ہے کہ حق کو تلاش کرنے سے زیادہ اپنی رائے کو حق ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ دلیل پہلے نہیں دیکھی جاتی، پہلے اپنا موقف طے کر لیا جاتا ہے، پھر اس کے موافق دلائل تلاش کیے جاتے ہیں۔ اگر کوئی مضبوط دلیل اپنے موقف کے خلاف آ جائے تو اسے ماننے کے بجائے اس کی تاویل، تحریف یا تضعیف کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

گویا بعض لوگوں کے نزدیک حق بدلتا نہیں، بلکہ اُن کی رائے کے ساتھ بدل جاتا ہے۔

یہ طرزِ فکر نہ علمی دیانت ہے، نہ انصاف، بلکہ کھلا تعصب ہے۔ حق کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ کسی شخصیت، جماعت، تنظیم، خطیب یا مقرر کا محتاج نہیں ہوتا۔ حق کی بنیاد قرآن، سنت، اجماعِ امت اور فہمِ سلف ہے، نہ کہ جذبات، تعلقات یا گروہی وابستگی۔

قرآنِ کریم نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا:

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ﴾

"بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا" (سورۂ جاثیہ:۲۳)

جب خواہشِ نفس انسان کی رہبر بن جائے تو پھر دلیلیں بھی اسی کی لونڈی بنا دی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی دلیل، ایک ہی عبارت اور ایک ہی اصول، اپنے حق میں ہو تو "دین" بن جاتا ہے اور مخالف کے حق میں ہو تو "تاویل" قرار دے دیا جاتا ہے۔

افسوس! آج کچھ لوگ دلیل کو نہیں، دلیل پیش کرنے والے کو دیکھتے ہیں۔ اگر بات ان کے پسندیدہ حلقے سے آئے تو بغیر تحقیق قبول، اور اگر وہی بات کسی دوسرے کی زبان سے نکلے تو فوراً رد! یہ انصاف نہیں، بلکہ شخصیت پرستی اور گروہی تعصب کی بدترین مثال ہے۔

یاد رکھیے! حق کبھی ووٹوں سے ثابت نہیں ہوتا، نعروں سے ثابت نہیں ہوتا، فالوورز سے ثابت نہیں ہوتا، اور نہ ہی وائرل ویڈیوز سے ثابت ہوتا ہے۔ حق صرف دلیلِ شرعی سے ثابت ہوتا ہے۔ جو شخص دلیل کے بجائے ہجوم کو معیار بنا لے، وہ علم کے راستے سے ہٹ چکا ہے۔

اہلِ سنت و جماعت کا امتیاز ہمیشہ یہی رہا ہے کہ انہوں نے "قال اللہ، قال الرسول ﷺ" کو مقدم رکھا، نہ کہ "قال فلاں، قال فلاں" کو۔ اکابر کی تعظیم ضرور کی، مگر انہیں شریعت پر حاکم نہیں بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ائمہ نے فرمایا کہ جب صحیح دلیل سامنے آ جائے تو اپنی رائے کو چھوڑ دینا ہی دیانت ہے۔

افسوس اس وقت ہوتا ہے جب کچھ لوگ اپنے پسندیدہ افراد کی غلطی پر خاموش رہتے ہیں، مگر دوسروں کی معمولی لغزش پر آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ ایک ہی مسئلہ، ایک ہی اصول، ایک ہی معیار؛ لیکن فیصلہ دو الگ الگ! اپنوں کے لیے تاویل، دوسروں کے لیے تشہیر۔ یہی دوہرا معیار تعصب کی پہچان ہے، انصاف کی نہیں۔

یاد رکھئے! حق کسی کا محتاج نہیں، لیکن ہر شخص حق کا محتاج ہے۔ حق کو آپ کے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ آپ کی نجات ضرور حق کو ماننے پر موقوف ہے۔

لہٰذا اگر واقعی حق کے طالب ہیں تو اپنی رائے، اپنی جماعت، اپنی انا اور اپنی پسند کو حق کی میزان پر تولیے، نہ کہ حق کو اپنی خواہشات کے ترازو میں۔ کیونکہ جب انسان اپنی رائے کو شریعت پر مقدم کر دیتا ہے تو وہ آہستہ آہستہ دلیل سے دور اور تعصب کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو حق سمجھنے، اس پر ثابت قدم رہنے، باطل کو باطل جاننے، اس سے بچنے، اور علمی دیانت کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔

حق بات ہی کہیں گے، سردار! دیکھنا
اہلِ قلم کی جرأتِ گفتار دیکھنا
میزانِ حق پہ تولیں گے ہر ایک مدّعا
خواہش نہیں، دلیل کا معیار دیکھنا

—

محمد توسیم رضا امجدی علیمی

جب امام سستا اور تماشا مہنگا ہو

(راقم الحروف)
انیس الرحمٰن حنفی رضوی
بہرائچ شریف یوپی، پرنسپل، جامعہ رضویہ زینت العلوم سرس کھیڑا ضلع مرادآباد یوپی

مکرمی، تاریخ کی عدالت میں قوموں کے عروج و زوال کا فیصلہ ہمیشہ ان کے خزانوں کی کثرت سے نہیں ہوا، بلکہ اس بات سے ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے خزانوں کا رخ کس طرف موڑا، اپنے سروں کا تاج کس کے سر پر رکھا، اپنی محبتوں کا مرکز کس کو بنایا اور اپنی دولت کا مستحق کس کو سمجھا۔ ہر دور کی تہذیب اپنے محلات سے نہیں بلکہ اپنی ترجیحات سے پہچانی جاتی ہے۔

جہاں علم کی توقیر ہو، وہاں جہالت زیادہ دیر زندہ نہیں رہتی؛ جہاں اہلِ حق کی عزت ہو، وہاں باطل زیادہ دیر تک اپنا بازار گرم نہیں رکھ سکتا؛ اور جہاں قوم اپنے دینی رہنماؤں کو عزت، تحفظ اور وقار عطا کرے، وہاں نسلوں کے ایمان محفوظ رہتے ہیں۔ لیکن جب یہی ترجیحات الٹ جائیں، جب محراب کا چراغ مدھم ہونے لگے اور اسٹیج کی روشنیاں نگاہوں کو خیرہ کر دیں، جب مسجد کی خاموش خدمت بے قیمت اور تماشے کی چند ساعتیں بے حساب قیمتی ہو جائیں، تو سمجھ لینا چاہیے کہ زوال صرف دروازے پر دستک نہیں دے رہا بلکہ گھر کے اندر داخل ہو چکا ہے۔

قرآنِ حکیم نے انسان کو بار بار اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت بلاسبب نہیں بدلتا، بلکہ تبدیلی کا آغاز خود قوم کے اندر سے ہوتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

بے شک اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دے۔" (سورۂ رعد:۱۱)۔

اس آیت میں قوموں کی تقدیر کا وہ ابدی قانون بیان کر دیا گیا ہے جسے نہ کوئی سیاسی نظریہ بدل سکتا ہے اور نہ کوئی معاشی منصوبہ۔ اگر قوم کی سوچ بگڑ جائے، اس کی ترجیحات بگڑ جائیں اور اس کے پیمانے بدل جائیں تو پھر اس کے نتائج بھی اسی بگاڑ کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں۔

آج اگر ہم اپنے گرد و پیش کا منظر دیکھیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ وہ امام جس کی آواز پر پانچ وقت لوگ اپنے کاروبار چھوڑ کر اللہ کے حضور حاضر ہوتے ہیں، جو بچوں کو قرآن پڑھاتا ہے، جو نماز پڑھاتا ہے، جو نکاح پڑھاتا ہے، جو جنازہ پڑھاتا ہے، جو لوگوں کو حلال و حرام سکھاتا ہے، جو محراب میں کھڑے ہو کر قوم کے ایمان کی حفاظت کرتا ہے، جس کی زبان سے قرآن کی تلاوت سن کر دلوں کو سکون ملتا ہے، جو رمضان کی راتوں میں قیام کرتا ہے، جو ہر خوشی اور ہر غم میں لوگوں کے ساتھ کھڑا رہتا ہے، مہینے بھر کی مسلسل خدمت کے بعد اتنی معمولی تنخواہ پاتا ہے کہ اس سے اپنے بچوں کی بنیادی ضروریات بھی پوری نہیں کر سکتا۔ دوسری طرف ایک تفریحی محفل، ایک نمائشی پروگرام یا چند لمحوں کی داد و تحسین کے لیے ایسے معاوضے دیے جاتے ہیں جن کا تصور بھی مسجد کے امام کے لیے ممکن نہیں۔ سوال کسی ایک فن یا کسی ایک طبقے سے دشمنی کا نہیں، سوال صرف یہ ہے کہ آخر ایک قوم کے نزدیک زیادہ قیمتی کون ہے؟ وہ جو ایمان بچا رہا ہے یا وہ جو چند لمحوں کی محفل سجا رہا ہے؟

اسلام نے علم اور اہلِ علم کو وہ مقام دیا ہے جو کسی بھی مہذب معاشرے کی بنیاد بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

فرما دیجیے! کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟" (سورۂ زمر:۹)۔

یہ سوال حقیقت میں ہر دور کے ضمیر سے کیا گیا ہے۔ اگر جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں، تو پھر وہ معاشرہ کیسے سلامت رہ سکتا ہے جو اپنے معلم کو بے وقعت اور اپنے تفریح فراہم کرنے والے کو بے مثال عزت دے؟ جب قرآن علم کی فضیلت بیان کر رہا ہو اور معاشرہ دولت کا رخ کسی اور سمت موڑ دے تو یہ تضاد معمولی نہیں بلکہ ایک فکری بحران کی علامت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ

یعنی "اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں کے سینوں سے اچانک نہیں نکالے گا بلکہ علماء کو اٹھا لے گا

(صحیح بخاری، حدیث:۱۰۰)
صحیح مسلم، حدیث:۲۶۷۳)

اس حدیث پر غور کیجیے۔ علم کا خاتمہ صرف علماء کی وفات سے نہیں ہوتا، بلکہ اس وقت بھی ہوتا ہے جب عالم اس قدر بے وقعت کر دیا جائے کہ نئی نسل اس راستے پر چلنے سے ہی گریز کرنے لگے۔ جب ایک ذہین نوجوان یہ دیکھے گا کہ برسوں قرآن، حدیث، فقہ اور تفسیر پڑھنے کے بعد بھی اس کے حصے میں معاشی بے یقینی، سماجی بے اعتنائی اور مسلسل محرومی آئے گی، تو وہ کس دل سے اس راستے کا انتخاب کرے گا؟ یوں علماء کی کمی صرف موت سے نہیں، معاشرے کی بے حسی سے بھی پیدا ہوتی ہے۔

یہ کہنا ہرگز مقصود نہیں کہ کسی جائز فن، مباح ثقافتی سرگرمی یا نعت و حمد کے پڑھنے والوں کا حق مارا جائے، بلکہ اصل مسئلہ قوم کی ترجیحات کا ہے۔ جس معاشرے میں مسجد کی چھت ٹپک رہی ہو اور شادیوں کے پنڈال جگمگا رہے ہوں، جہاں مدرسے کے طلبہ بنیادی سہولتوں سے محروم ہوں اور فضول نمائش پر لاکھوں روپے خرچ کیے جا رہے ہوں، جہاں امام کی تنخواہ بڑھانے کی بات آئے تو چند سو روپے بھی بوجھ محسوس ہوں لیکن وقتی تفریح پر ہزاروں اور لاکھوں روپے فخر سے لٹائے جائیں، وہاں مسئلہ غربت نہیں، مسئلہ فکر کی غربت ہے۔

قرآن مجید نے ایک اور جگہ فرمایا: وَكَذٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ

اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کر دیتے ہیں، ان اعمال کے سبب جو وہ کرتے رہے۔ (سورۂ انعام:۱۲۹)۔

اس آیت کو صرف سیاسی زاویے سے پڑھنا کافی نہیں۔ یہ دراصل اجتماعی اعمال کے اجتماعی نتائج کا اعلان ہے۔

جب ایک قوم انصاف کے پیمانے بدل دیتی ہے، جب وہ اہلِ حق کے حقوق ادا نہیں کرتی، جب وہ علم کی قدر چھوڑ دیتی ہے، جب وہ اخلاص کی جگہ نمود کو، خدمت کی جگہ شہرت کو اور دین کی جگہ دنیا کو ترجیح دیتی ہے تو پھر اس کے اجتماعی نتائج بھی اسی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ ایسے حالات میں صرف حکمرانوں کو کوسنا مسئلے کا حل نہیں، پہلے اپنے ضمیر کی عدالت میں کھڑے ہونا ضروری ہے۔

یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہم زبان سے علماء کو "وارثانِ انبیاء" کہتے ہیں، مگر عمل سے ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں جیسے وہ قوم پر بوجھ ہوں۔ محفلوں میں ان کی تعریف کے پل باندھے جاتے ہیں، مگر بجٹ بناتے وقت سب سے پہلے انہی کے حق پر قلم چلتا ہے۔ یہ دوغلا پن کسی ایک مسجد یا ایک شہر کا مسئلہ نہیں بلکہ پورے معاشرے کی بیماری بنتا جا رہا ہے۔

افسوس اس بات پر نہیں کہ کسی نے زیادہ کما لیا، افسوس اس بات پر ہے کہ جس شخص نے قوم کی آخرت سنوارنے کی ذمہ داری اٹھائی، اس کی دنیا سنوارنے کی ذمہ داری کسی نے محسوس ہی نہ کی۔

آج ضرورت اس بات کی نہیں کہ ہم صرف جذباتی نعرے لگائیں، بلکہ اپنی اجتماعی سوچ کا محاسبہ کریں۔ ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہماری نسلوں کے معمار کون ہیں۔ اگر ہمیں ایمان چاہیے، کردار چاہیے، دیانت چاہیے، حیا چاہیے اور دین کی بقا چاہیے تو پھر ہمیں محراب کے چراغ کی حفاظت کرنی ہوگی۔ مسجد کے امام کو صرف تنخواہ نہیں، عزت بھی دینی ہوگی؛ صرف عزت نہیں، معاشی وقار بھی دینا ہوگا؛ صرف الفاظ میں نہیں، اپنے عمل سے ثابت کرنا ہوگا کہ ہمارے نزدیک علم، دین اور خدمتِ اسلام کی قیمت بازار کے شور سے کہیں زیادہ ہے۔

یاد رکھیے! قومیں اس وقت تباہ نہیں ہوتیں جب ان کے خزانے خالی ہو جائیں، بلکہ اس وقت تباہ ہوتی ہیں جب ان کے دل خالی ہو جائیں، جب ان کے پیمانے بدل جائیں، جب ان کے نزدیک تماشا تعلیم سے قیمتی، شہرت کردار سے بلند اور وقتی شور دائمی شعور سے زیادہ عزیز ہو جائے۔ جس دن قوم اپنی ترجیحات درست کر لے گی، اپنے علماء، ائمہ، معلمین اور دینی خدمت گزاروں کو ان کا حقیقی مقام دے گی، اسی دن اس کی اصلاح کا سفر بھی شروع ہو جائے گا؛ اور اگر ترجیحات یہی رہیں تو پھر زوال کا شکوہ دوسروں سے نہیں، اپنے آپ سے کرنا ہوگا۔

* قرآنِ کریم میں مومن کا ایک درخشاں وصف: *

* از: ابوالعطر محمد عبد السلام امجدی برکاتی *

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۂ المؤمنون کی ابتدائی آیاتِ کریمہ میں اہلِ ایمان کی چند پاکیزہ اور نورانی صفات بیان فرمائی ہیں ان مبارک صفات میں ایک نہایت اہم، دل نشین اور ایمان افروز وصف یہ بھی ہے کہ مومن ہر قسم کی لغویات، بیہودہ مشاغل، فضول گفتگو، بے مقصد مناقشات اور ہر اس قول و عمل سے اعراض کرتا ہے جو نہ دنیا میں نفع بخش ہو اور نہ آخرت میں موجبِ اجر۔ اس کا قلب مقصدِ حیات سے وابستہ، اس کی زبان ذکرِ الٰہی سے معطر، اس کا وقت اعمالِ صالحہ سے مزین اور اس کی زندگی خیر و بھلائی کے لیے وقف ہوتی ہے۔ اسی عظیم وصف کو بیان کرتے ہوئے ربِ کریم ارشاد فرماتا ہے: وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ۔ (سورۃ المؤمنون:۳)

ترجمہ: اور وہ (اہلِ ایمان) جو ہر قسم کی لغو، بے ہودہ اور بے فائدہ باتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ میں چند لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کا وہ وصف بیان فرما دیا ہے جو ان کے باطن کی پاکیزگی، ان کے ذوقِ ایمان کی لطافت اور ان کی شخصیات کے وقار کا آئینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی صفات بیان کرتے ہوئے خشوعِ نماز کے فوراً بعد اس وصف کا ذکر فرمایا کہ وہ لغو سے اعراض کرتے ہیں۔ گویا جس دل کو سجدوں کی حلاوت نصیب ہو جائے، اس کی زبان فضول گوئی سے، اس کے کان بے ہودگی سے، اس کی نگاہ بے مقصد مشاغل سے اور اس کا قلب ہر اس چیز سے کنارہ کش ہو جاتا ہے جو اللہ کی رضا سے غافل کرنے والی ہو۔ مفسرینِ کرام، خصوصاً امام ابنِ کثیر، امام قرطبی اور امام رازی نے لکھا ہے کہ "لغو" ہر اس قول و فعل کا نام ہے جو نہ دین کے لیے نافع ہو، نہ دنیا کے لیے مفید، بلکہ وقت، اخلاق اور ایمان کو نقصان پہنچانے والا ہو۔ اس لیے مومن کی شان یہ نہیں کہ وہ ہر آواز پر لبیک کہے، ہر بحث میں کود پڑے، ہر افواہ کا حصہ بنے اور ہر اختلاف کو اپنی زبان کی زینت بنائے؛ بلکہ اس کی عظمت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو ان تمام فضولیات سے بلند رکھے جن سے ایمان کی روشنی مدھم پڑتی ہے اور کارِ خیر کی مصروفیات متاثر ہوتی ہوں۔

امام طبری اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ اہلِ ایمان ہیں جو ہر اس باطل، بے ہودہ اور ناپسندیدہ قول و عمل سے اپنا دامن بچاتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے ناپسند فرمایا ہے۔ پھر امام طبری اس تفسیر کی تائید میں سلفِ صالحین کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ یہاں "لغو" سے مراد باطل ہے، یعنی ہر وہ چیز جو حق کے مقابل ہو۔ امام حسن بصری نے اس کی تفسیر "معاصی" سے فرمائی، یعنی اہلِ ایمان گناہوں اور نافرمانی کے تمام راستوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ جبکہ امام ابن زید فرماتے ہیں کہ اس آیت کا سب سے کامل مصداق خود رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، ایمان لانے کے بعد اپنی زندگی کو ہر قسم کی لغویات، باطل مشاغل اور بے مقصد امور سے محفوظ کر لیا تھا۔ اور اگر عملی و حقیقی طور پر دیکھا جائے تو ان کی مجالس ذکر و حکمت سے آراستہ، ان کی زبانیں صدق و خیر سے معطر اور ان کے شب و روز رضائے الٰہی کے حصول کے لیے وقف تھے۔ اور اسی عملی نمونہ کی پیروی ہر صاحبِ ایمان کے لیے باعثِ فلاح اور ذریعۂ نجات ہے۔

نبیِ اکرم ﷺ نے اس قرآنی وصف کی نہایت جامع تفسیر اپنے مبارک ارشادات میں فرمائی۔ اگر نبی کریم ﷺ سے عشق و محبت کے سچے دعویدار انہیں ارشادات پر عمل کر لیں تو ان کی اپنی زندگی بھی دشواریوں اور تکلفات بیجا سے محفوظ ہو جائے، آخرت بھی سنور جائے گی اور دوسروں کو بھی اپنی زبان، فکر اور قلم کے ذریعہ زک والم دینے سے بچ سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو اہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ۔ (ترمذی حدیث نمبر ۲۳۱۷)

آدمی کے اسلام کے حسن میں سے یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز کو چھوڑ دے جو اس سے متعلق نہ ہو۔

اور ایک دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔ (بخاری حدیث نمبر ۶۰۱۸، مسلم حدیث نمبر ۴۷)

جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہے کہ مومن کی زبان صرف آواز پیدا کرنے کے لیے نہیں، بلکہ حق بولنے، دل جوڑنے، خیر پھیلانے اور ذکرِ الٰہی سے معطر رہنے کے لیے ہے۔ جو زبان لغویات میں مشغول رہتی ہے، وہ رفتہ رفتہ ذکر کی لذت سے محروم ہو جاتی ہے اور جو دل فضول مشاغل میں کھو جاتا ہے، وہ معرفتِ الٰہی کی چاشنی سے دور ہو جاتا ہے۔ نیز مومن کی شان یہ نہیں کہ وہ ہر آواز پر کان دھرے، ہر افواہ کا سامع بنے، ہر بے ہودہ گفتگو کا حصہ بن جائے اور ہر فتنے کے لیے اپنے کانوں کو گویا "ٹاور" بنا دے۔ قرآن نے ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ﴾ فرما کر اہلِ ایمان کو یہ ادب سکھایا ہے کہ وہ اپنی سماعت، بصارت اور زبان کی حفاظت کریں۔ جو لوگ ہر بیہودگی سننے کے مشتاق، ہر اشتعال انگیز بیان کے منتظر اور ہر بے اصل بات کو آگے پہنچانے کے لیے بے قرار رہتے ہیں اور ان سب کے سبب بھی بنتے ہیں وہ درحقیقت اپنے دل کی پاکیزگی اور شخصیت کی عظمت کو خود مجروح کرتے ہیں

آج کے اس شور انگیز دور میں، جہاں ہر لمحہ بے شمار آوازیں انسان کی توجہ کو اپنی جانب کھینچنے کے لیے برسرِ پیکار ہیں، خرافاتی ذہن اسے کارِ خیر، اصلاحِ نفس اور مقصدِ حیات سے ہٹا کر لغویات، بے مقصد مناقشوں اور بے ثمر مشاغل میں الجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مزید افسوس ناک امر یہ ہے کہ بعض افراد علم، تقویٰ اور طہارت کا لباس اوڑھ کر اپنے مکر و فریب، تعصب اور نفسانی اغراض کو خیر خواہی کے عنوان سے پیش کرتے ہیں اور سادہ لوح لوگوں کو ایسے راستوں پر ڈال دیتے ہیں جہاں دلوں میں نفرت، زبانوں پر تلخی اور معاشرے میں انتشار کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ایسے پرآشوب ماحول میں قرآنِ کریم کی یہ مختصر مگر جامع آیت ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ﴾ پہلے سے کہیں زیادہ بامعنی اور رہنمائی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

آج سوشل میڈیا کی بے ہنگم بحثیں، کردار کشی، طنز و تمسخر، بے فائدہ تبصرے، افواہوں کی تشہیر، مسلمان بھائیوں کی عزت و آبرو سے کھیلنا، دوسروں کی کمزوریاں تلاش کرنے کا شوق، مجمع عام میں اصلاح کے نام پر کسی مومن بھائی یا عالم دین کو رسوا کرنے کی کوشش کرنا، انتقام کی بھڑکتی چنگاڑی کو بجھانے کے لئے مائک چھین لینا، بے موقع و محل اپنے اپنے لیٹر پیڈ نامناسب الفاظ و القاب سے بھر کر سوشیل میڈیا پر وائرل کرنا، اسی طرح ہر بیہودہ بات پر کان لگا دینا، ہر اشتعال انگیز آواز کو آگے بڑھانا اور اپنی قیمتی زندگی کو فضول مشاغل کی نذر کر دینا یہ سب "لغو" کی جدید صورتیں ہیں، جن سے صاحبِ ایمان اپنے دامن کو بچا کر رکھتا ہے۔ مومن اپنے شب و روز کو ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآن، علمِ نافع، اشاعتِ دین، خدمتِ خلق اور اصلاحِ نفس وناس جیسے اوصاف سے آراستہ کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ زندگی کی ہر سانس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور قیامت کے دن وقت کے ایک ایک لمحے، زبان کے ایک ایک لفظ اور قلم کی ایک ایک سطر کا حساب دینا ہوگا۔ اسی شعور کے باعث اس کی زبان حکمت کی ترجمان، اس کا قلم خیر کا پیامبر، اس کی مجلس علم و ادب کا گلشن اور اس کی زندگی اطاعتِ الٰہی کا حسین نمونہ بن جاتی ہے۔ یہی وہ باوقار کردار ہے جس کی گواہی قرآنِ مجید نے ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ﴾ کے مبارک الفاظ میں دی ہے۔

سبھی مطلب پرستوں سے، سبھی فنکار لوگوں سے
خدا محفوظ رکھے سبھی کو، بد کردار لوگوں سے
جو منہ پہ تیرے ہیں، جو میرے منہ پہ میرے ہیں
مجھے نفرت ہے فطرت کے انہی مکار لوگوں سے

ابوالعطر محمد عبد السلام امجدی برکاتی *
* متھلا بہاری نگر پالیکا، تاراپٹی، دھنوشا (نیپال) *

حضرت سید مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ کا علمی و روحانی مقام و مرتبہ

برصغیر ہند وپاک میں اسلام کی اشاعت، روحانی اصلاح اور تصوف کی ترویج میں جن اکابر اولیائے کرام نے نمایاں کردار ادا کیا، ان میں حضرت سید مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ کا نام نہایت نمایاں ہے۔ آپ ان بزرگ ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے علم، عمل، زہد، تقویٰ، روحانی فیضان اور اعلیٰ اخلاق کے ذریعے لاکھوں انسانوں کے دلوں کو ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال کیا۔ آپ نے تصوف کو محض خانقاہی نظام یا ظاہری رسوم تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے قرآن و سنت کے تابع ایک مکمل تربیتی نظام کے طور پر پیش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی شخصیت صدیوں بعد بھی اہلِ علم، اہلِ تصوف اور عام مسلمانوں کے لیے یکساں طور پر مرکزِ عقیدت و محبت ہے۔

شاہی اقتدار سے فقر و درویشی تک

حضرت مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ کا تعلق ایران کے مشہور شہر ''سمنان'' کے ایک معزز سادات خاندان سے تھا۔ آپ کے والد وہاں کے حکمران تھے اور بعد میں آپ بھی حکومت کے منصب پر فائز ہوئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کو دنیاوی جاہ و منصب سے بے نیاز کر دیا۔ چنانچہ آپ نے تخت و تاج، اقتدار اور شاہانہ زندگی کو خیر باد کہہ کر راہِ فقر اختیار کی۔

یہ واقعہ اسلامی تاریخ میں اس حقیقت کا روشن مظہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے والے بندے دنیاوی اقتدار کے بجائے روحانی سلطنت کو ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''فقر وہ دولت ہے جس کے سامنے دنیا کی تمام سلطنتیں ہیچ ہیں''

حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ کی زندگی اس قول کی عملی تفسیر نظر آتی ہے۔ تصوف کا حقیقی تصور

حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ کے نزدیک تصوف کا اصل مقصد

انسان کے ظاہر و باطن کی اصلاح تھا۔ آپ نے ہمیشہ اس حقیقت پر زور دیا کہ شریعت اور طریقت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور قول ہے:

''جس نے فقہ سیکھی مگر تصوف اختیار نہ کیا وہ فاسق ہوا، اور جس نے تصوف اختیار کیا مگر فقہ نہ سیکھی وہ زندیق ہوا، اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہی حقیقت تک پہنچا۔''

حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ کی پوری زندگی اسی اصول کی عملی تصویر تھی۔ آپ نے اپنے مریدین کو عبادات کی پابندی، سنتِ نبوی ﷺ کی اتباع، تزکیۂ نفس، حسنِ اخلاق اور اخلاص کی تعلیم دی۔ آپ کے نزدیک وہی تصوف معتبر تھا جو قرآن و حدیث کی روشنی میں ہو۔

تبلیغِ اسلام اور اصلاحِ معاشرہ

جب حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ برصغیر تشریف لائے تو اس وقت مختلف علاقوں میں شرک، توہمات، جاہلی رسوم اور مذہبی گمراہی عام تھی۔ آپ نے تلوار کے بجائے کردار، محبت، حکمت اور اخلاق کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ''۔ (سورۃ النحل: ۱۲۵)

ترجمہ: اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے اچھا ہو، بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے گمراہ ہوا اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو تین طریقوں سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم فرمایا۔ (۱) حکمت کے ساتھ۔ اس سے وہ مضبوط دلیل مراد ہے جو حق کو واضح اور شُبہات کو زائل کر دے۔ (۲) اچھی نصیحت کے ساتھ۔ اس سے مراد ترغیب و ترہیب ہے یعنی کسی کام کو کرنے کی ترغیب دینا اور کوئی کام کرنے سے ڈرانا۔ (۳) سب سے اچھے طریقے سے بحث کرنے کے ساتھ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی آیات اور دلائل سے بلائیں۔ (تفسیر صراط الجنان بحوالہ خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۱۲۵، ۳/۱۵۱، ملخصًا)

حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ نے اسی قرآنی اصول کو اپنی دعوت کا بنیادی شعار بنایا۔ آپ کی مجالس میں امیر و غریب، عالم و عامی اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ حاضر ہوتے اور آپ کے اخلاق و روحانیت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے یا اپنی عملی زندگی کی اصلاح کرتے۔

علمی مقام

حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ صرف صاحبِ کرامت بزرگ ہی نہیں بلکہ بلند پایہ عالم بھی تھے۔ آپ کو قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر، تصوف اور اسلامی علوم پر گہری دسترس حاصل تھی۔ آپ کی گفتگو میں علمی استدلال اور روحانی تاثیر کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔

علامہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''اخبار الاخیار'' میں آپ کے علمی اور روحانی مقام کو نہایت بلند قرار دیا ہے اور آپ کو اپنے زمانے کے اکابر اولیاء میں شمار کیا ہے۔

لطائفِ اشرفی کی علمی و روحانی اہمیت

حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ کی سب سے معروف تصنیف ''لطائفِ اشرفی'' ہے، جو تصوف، معرفت، اخلاق اور سلوک کا ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا سمجھی جاتی ہے۔

اس کتاب میں درج ذیل موضوعات نہایت عمدگی سے بیان ہوئے ہیں:

تزکیۂ نفس۔ معرفتِ الٰہی۔ عشقِ رسول ﷺ۔ مرشد و مرید کے آداب۔ ذکر و فکر۔ احوالِ اولیاء۔ سلوک کی منازل۔ اخلاقِ حسنہ۔

یہ کتاب صرف نظری مباحث پر مشتمل نہیں بلکہ سالکین کے لیے عملی تربیت کا بہترین نصاب بھی ہے۔ اسی لیے صوفیانہ ادب میں اسے ممتاز مقام حاصل ہے۔

حسنِ اخلاق اور خدمتِ خلق

حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ کی خانقاہ صرف عبادت گاہ نہیں بلکہ اصلاحی اور سماجی مرکز بھی تھی۔ وہاں غریبوں کی امداد، مسافروں کی خدمت، طلبہ کی تعلیم اور عوام کی دینی رہنمائی کا اہتمام ہوتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خَیۡرُ النَّاسِ اَنۡفَعُہُمۡ لِلنَّاسِ''۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۷۸۷)

لوگوں میں بہترین وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ کی پوری زندگی اسی حدیث مبارکہ کی عملی تفسیر تھی۔ آپ نے انسانیت کی خدمت کو عبادت سمجھا اور ہر آنے والے کے ساتھ شفقت، محبت اور حسنِ سلوک کا معاملہ فرمایا۔

روحانی اثرات

حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ کے روحانی فیوض آج بھی جاری ہیں۔ آپ کا آستانہ صدیوں سے علم، ذکر، محبت اور روحانیت کا مرکز چلا آ رہا ہے۔ لاکھوں عقیدت مند آج بھی آپ کے در سے روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

آپ نے ہمیشہ اس حقیقت پر زور دیا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا صرف عبادت سے نہیں بلکہ اخلاق، اخلاص، عاجزی اور خدمتِ خلق سے بھی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے قول: ''تصوف حسنِ اخلاق کا نام ہے''

حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ کی پوری زندگی اس قول کی بہترین مثال ہے۔

آپ علیہ الرحمہ کی حیاتِ مبارکہ علم و معرفت، دعوت و اصلاح، تصوف و طریقت اور خدمتِ خلق کا روشن مینار ہے۔ آپ نے سلطنت کو چھوڑ کر روحانی قیادت اختیار کی، شریعت و طریقت کے حسین امتزاج کو فروغ دیا، تصوف کو قرآن و سنت کے تابع پیش کیا، لاکھوں انسانوں کی اصلاح فرمائی اور ایسی علمی و روحانی میراث چھوڑی جو آج بھی امتِ مسلمہ کے لیے سرمایۂ افتخار ہے۔ آپ کی تعلیمات ہمیں یہ سبق دیتی ہیں کہ حقیقی کامیابی دنیاوی اقتدار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا، رسول اکرم ﷺ کی اتباع، حسنِ اخلاق، خدمتِ خلق اور اخلاصِ عمل میں مضمر ہے۔

مذہبی جلسوں کی اصلاح کیسے ممکن؟

اس بزم سے مقصود ہے اصلاحِ مفاسد
نشتر جو لگاتا ہے دشمن نہیں ہوتا

خالق کائنات جل وعلا ہر زمانے میں کوئی نبی، ولی، مجدد بھیجتا رہا اور یہ حضرات اللہ کے دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے جگہ جگہ محافل و مجالس کا انعقاد کرتے رہے اور ان بزرگان دین کے محافل میں قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں گونجتی رہیں جہاں دلوں کی دنیا بدلتی اور عقائد و اعمال کی اصلاح ہوتی تھی

لیکن موجودہ دور کے کانفرنسوں، جلسوں کا اگر چشم انصاف سے معائنہ کیا جائے تو درد ناک حقائق نظر آتے ہیں، دیکھنے میں جلسوں کا سیلاب اور جلسوں میں آنے والے مسلمانوں کا ہجوم رہتا ہے لیکن نتیجہ کچھ بھی نہیں لاکھوں کروڑوں روپے جلسوں میں خرچ ہو جاتے ہیں اور رزلٹ زیرو، یہ ہمارے جلسوں کا بہت ہی افسوسناک پہلو اور درد ناک منظر ہے کہ جلسہ عرس وغیرہ تقریبات جو خالص دین پھیلانے اور دین سکھانے کے ذرائع تھے اب یہ اشاعت دین وسنیت، اصلاح امت کے ذرائع کم اور فتنہ فساد، بے عزتی و بے غیرتی اور دکھاوا کا سرچشمہ بن چکے ہیں

موجودہ جلسوں کی ناکامی کے اسباب ووجوہات؟

جب ہم غور کرتے ہیں تو جلسوں کے گرتے معیار اور ناکامی کے بے شمار اسباب و علل نظر آتے ہیں، قید تحریر چند بنیادی اسباب درج کیے جاتے ہیں

۱. سب سے پہلی اور بنیادی وجہ جلسوں کی باگ ڈور نااہلوں کے ہاتھ لگ جانا

۲. حالات حاضرہ کے تقاضوں پر مبنی موضوعات سے انحراف

۳. جلسوں میں پیشہ ور مقرروں کا قبضہ

۴. نعت خوانی کا مروجہ طریقہ

۵. جلسوں میں اناؤنسری کے نا پر تضیع اوقات

۶. بے وقت جلسوں کا شروع ہونا اور بے وقت ختم ہونا

۷. جلسہ گاہ کو میلہ کی شکل دینا

مذہبی جلسوں کی اصلاح کے چند بنادی اصول؟

مذہبی جلسوں کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ جلسوں کا مقصد صرف رضائے الٰہی اور اصلاحِ امت ہو، باصلاحیت، باعمل اور مخلص علماء کو دعوت دی جائے، نادان اور ناعاقبت اندیش نقیبوں اور ان کے بیجا جملے بازیوں سے جلسے کو نجات دلا یا جائے، قرآن و سنت کے مطابق موضوعات پر گفتگو کی جائے، وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھا جائے، غیر ضروری رسم و رواج اور فضول خرچی سے بچا جائے، جلسوں میں نوجوانوں کی دینی و اخلاقی تربیت پر توجہ دی جائے، نعت خوانی اور تقاریر میں شریعت کی حدود کا لحاظ رکھا جائے، جلسوں کو اتحادِ امت اور محبت و اخوت کا ذریعہ بنایا جائے، اگر ان اصولوں کو اپنایا جائے تو یقیناً مذہبی جلسے دوبارہ اصلاحِ معاشرہ، اشاعتِ دین اور بیداریِ امت کا مؤثر ذریعہ بن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دینِ اسلام کو صحیح طریقے سے سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

نام: محمد رضا خان
سکونت: نیپال ضلع بردیا
متعلم: جامعہ اشرفیہ مبارک پور
اعظم گڑھ یوپی

زندگی کا تین حصہ !!!

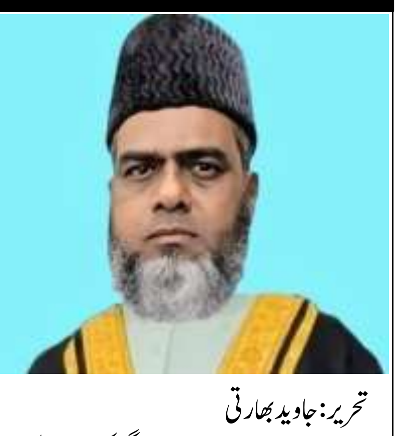

تحریر: جاوید بھارتی

بڑھاپا تو آخر بڑھاپا ہے، یہ زندگی کی ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی انسان بچ نہیں سکتا۔ بچپن، جوانی اور پھر بڑھاپا، یہ زندگی کے قدرتی مراحل ہیں۔ انسان چاہے کتنا ہی طاقتور، مالدار یا مشہور کیوں نہ ہو، ایک نہ ایک دن اسے بڑھاپے کی منزل پر پہنچنا ہی پڑتا ہے۔

بڑھاپے میں انسان کی جسمانی طاقت کم ہونے لگتی ہے، نظر اور سماعت کمزور ہو جاتی ہے، اور چلنے پھرنے میں بھی دشواری پیش آتی ہے۔ وہ کام جو جوانی میں آسان معلوم ہوتے تھے، بڑھاپے میں مشکل محسوس ہونے لگتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ بڑھاپا صبر، حوصلے اور دوسروں کے تعاون کا زمانہ ہے۔

اسلام نے بزرگوں کی عزت و تکریم پر بہت زور دیا ہے۔ والدین اور تمام بزرگ افراد کے ساتھ حسنِ سلوک، احترام اور محبت سے پیش آنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ ان کی خدمت کرنا نہ صرف ایک اخلاقی فریضہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا بھی بہترین ذریعہ ہے۔

ہمیں چاہیے کہ اپنے بزرگوں کی قدر کریں، ان کی ضروریات کا خیال رکھیں، ان کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں اور انہیں کبھی تنہا یا بے سہارا محسوس نہ ہونے دیں۔ آج جو جوان ہے، کل وہ بھی بوڑھا ہوگا، اس لیے دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جس کی ہم اپنے لیے امید رکھتے ہیں۔

یہی کہا جا سکتا ہے کہ بڑھاپا تو آخر بڑھاپا ہے، لیکن اگر خاندان اور معاشرہ بزرگوں کو محبت، عزت اور سہارا دے تو ان کی زندگی سکون، خوشی اور وقار کے ساتھ گزر سکتی ہے۔

۶۰ سال کے بعد انسان زندہ تو رہتا ہے مگر آہستہ آہستہ دنیا اس کے بغیر جینا سیکھ لیتی ہے زندگی کا سب سے خاموش مرحلہ بڑھاپا نہیں ہوتا بلکہ وہ احساس ہوتا ہے جب انسان کو یہ سمجھ آنے لگتا ہے کہ اب اس کی ضرورت پہلے جیسی نہیں رہی،، ایک وقت تھا کہ گھر آپ کے بغیر نہیں چلتا تھا لوگ آپ کے مشورے کے بغیر فیصلہ نہیں کرتے تھے اور پھر آہستہ آہستہ سب اپنے اپنے راستوں پر نکل جاتے ہیں بچے اپنی دنیا میں اور دوست اپنی بیماری میں اور جن لوگوں کے لیے آپ نے پوری زندگی کھپا دی وہ بھی اپنی اپنی دنیا میں مصروف ہو جاتے ہیں، اپنی اپنی دنیا میں مست مگن ہو جاتے ہیں پھر ایک دن انسان اپنے ہی گھر میں مہمان جیسا محسوس کرنے لگتا ہے،، اور سب سے تکلیف دہ لمحہ جانتے ہیں کون سا ہوتا ہے جب انسان بول تو رہا ہو لیکن کوئی بھی پوری توجہ سے اسے سن نہ رہا ہو ۶۰ سال کے بعد شور کم ہو جاتا ہے اور خاموشیاں لمبی ہو جاتی ہیں جسم بھی ساتھ دینا چھوڑ دیتا ہے سیڑھیاں اونچی لگنے لگتی ہیں دوائیں کھانا کھانے سے زیادہ ضروری ہو جاتی ہے بڑھاپا اچانک نہیں اتا وہ آہستہ آہستہ انسان سے سب کچھ لے جاتا ہے اور انسان پہلی بار سمجھتا ہے کہ یار اصل دولت تو صحت تھی پھر ایک وقت اتا ہے کہ جب انسان کو اپنے ہی ہاتھوں کی طاقت کم ہوتی محسوس ہوتی ہے اور وہی انسان جس نے دوسروں کو ہمیشہ سہارا دیا ہوتا ہے ایک دن خود سہارے ڈھونڈ رہا ہوتا ہے اسی لیے ۶۰ سال کے بعد زندگی سے لڑنا بند کر دیں، بچوں کو بہت زیادہ کنٹرول کرنا چھوڑ دیں، لوگوں سے ضرورت سے زیادہ امید رکھنا بھی چھوڑ دیں اور اپنے دل کو اللہ تعالی کے قریب لے جائیں کیونکہ آخر میں نہ شہرت ساتھ جاتی ہے نہ دولت نہ اولاد نہ ہی لوگ،، آخر میں صرف دو چیزیں ساتھ رہتی ہیں ایک انسان کے اعمال اور دوسرا اس کا سکون اور سچ بھی یہی ہے کہ رات اچانک نہیں اترتی وہ آہستہ آہستہ انسان کی زندگی پر پھیلتی ہے-

حقیقت اگر آج سمجھ لیں گے تو شاید بڑھاپا امن سے گزرے نہیں تو پھر بڑھاپا تو بڑھاپا ہے،، ہاتھوں میں لاٹھی ہوگی لیکن کسی کو مارنے کے لئے نہیں بلکہ خود کے لڑکھڑاتے ہوئے قدم سنبھالنے کے لئے، ڈگمگاتے ہوئے بدن کو سنبھالنے کے لئے اسی وجہ سے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہوئی عمر ساٹھ برس جھکی کمر تو ہاتھ ڈنڈا لکڑی کا،، ارے کان سے سننے والے انساں دیکھ تماشا لکڑی کا-

جاوید اختر بھارتی (سابق سکریٹری یوپی بنکر

ریل گیم سے رئیل گیم تک

بختیار برکاتی کا جنریشن زی (GenZ) کے نام ایک پیغام

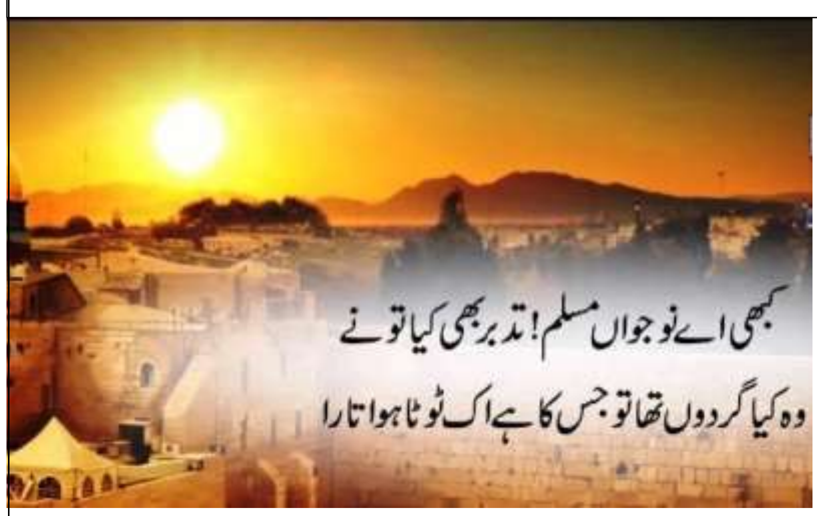

دہلی (دارالحکومت) ہند

دنیا میں ہر دور کی اپنی ایک پہچان رہی ہے۔ کبھی کتابیں علم کا سب سے بڑا ذریعہ تھیں، کبھی ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے ذہن سازی کی، اور آج کا دور سوشل میڈیا، ریلز اور شارٹ ویڈیوز کا دور ہے۔ موجودہ نسل، جسے عام طور پر "جنریشن زی" کہا جاتا ہے، ایک ایسی دنیا میں پروان چڑھ رہی ہے جہاں معلومات کی فراوانی ہے مگر توجہ کی کمی، رابطوں کی کثرت ہے مگر تعلقات کی قلت، اور اظہار کی آزادی ہے مگر فکری گہرائی کا فقدان۔

آج ایک نوجوان دن کا بڑا حصہ موبائل اسکرین پر گزارتا ہے۔ چند سیکنڈ کی ایک ریل اسے ہنسا دیتی ہے، دوسری حیران کر دیتی ہے، تیسری کسی نئے رجحان سے روشناس کرا دیتی ہے اور چوتھی اسے کسی ایسی زندگی کا خواب دکھاتی ہے جو بظاہر نہایت حسین، آسودہ اور کامیاب دکھائی دیتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہی حقیقی زندگی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ ریل گیم اور رئیل گیم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ریل گیم میں کامیابی چند سیکنڈ میں مل جاتی ہے، مگر رئیل گیم میں کامیابی برسوں کی محنت مانگتی ہے۔ ریل گیم میں صرف نتیجہ دکھائی دیتا ہے، جبکہ رئیل گیم میں جدوجہد، ناکامیاں، قربانیاں اور صبر بھی شامل ہوتے ہیں۔ ریل گیم میں ایک شخص ایک منٹ میں کروڑپتی بنتا دکھائی دیتا ہے، لیکن رئیل گیم میں اس کامیابی کے پیچھے شاید بیس سال کی مسلسل محنت پوشیدہ ہوتی ہے۔

بدقسمتی سے آج کے نوجوانوں کا ایک طبقہ زندگی کو اسکرین کے زاویے سے دیکھنے لگا ہے۔ انہیں لگتا ہے کہ شہرت، دولت اور کامیابی سب کچھ فوری طور پر حاصل ہو جانا چاہیے۔ جب حقیقی زندگی ان توقعات کے مطابق نہیں چلتی تو مایوسی، اضطراب اور بے چینی جنم لیتی ہے۔

اصل مسئلہ ٹیکنالوجی نہیں، بلکہ اس کے استعمال کا طریقہ ہے۔ چاقو سے پھل بھی کاٹا جا سکتا ہے اور نقصان بھی پہنچایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سوشل میڈیا علم، شعور اور ترقی کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے اور وقت، صلاحیت اور شخصیت کے زیاں کا سبب بھی۔

جنریشن زی کی سب سے بڑی طاقت یہ ہے کہ اس کے پاس دنیا بھر کا علم چند لمحوں میں دستیاب ہے۔ اگر یہی نسل ریلز دیکھنے کے ساتھ ساتھ کتابیں بھی پڑھے، ویڈیوز دیکھنے کے ساتھ ساتھ تجربات بھی کرے، دوسروں کی کامیابیوں کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی میں عملی قدم بھی اٹھائے، تو یہ نسل تاریخ کی سب سے باصلاحیت نسل ثابت ہو سکتی ہے۔

دنیا کے بڑے سائنس دان، مفکر، مصلح، صنعت کار اور قائدین صرف خواب دیکھنے والے نہیں تھے؛ وہ عمل کرنے والے لوگ تھے۔ انہوں نے زندگی کو تماشہ نہیں سمجھا بلکہ میدان سمجھا۔ انہوں نے وقت کو گزارا نہیں بلکہ استعمال کیا۔ انہوں نے دوسروں کی کہانیاں سننے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی کہانی خود لکھی۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ نوجوان ریل گیم سے صرف معلومات اور تحریک حاصل کریں، مگر اپنی توانائی رئیل گیم میں صرف کریں۔ اپنے جسم کو مضبوط بنائیں، اپنے ذہن کو علم سے آراستہ کریں، اپنے کردار کو دیانت اور اخلاق سے سنواریں، اپنے خاندان اور معاشرے سے جڑیں، اور اپنی صلاحیتوں کو حقیقی دنیا کے مسائل حل کرنے میں استعمال کریں۔ یاد رکھیے، زندگی کے اصل امتحان میں لائکس، ویوز اور فالوورز نہیں گنے جاتے۔ وہاں کردار، علم، خدمت، محنت اور انسانیت کا حساب ہوتا ہے۔

تاریخ ان لوگوں کو یاد نہیں رکھتی جنہوں نے سب سے زیادہ ریلز دیکھیں؛ تاریخ انہیں یاد رکھتی ہے جنہوں نے حقیقی دنیا میں کچھ ایسا کر دکھایا جس سے انسانیت کو فائدہ پہنچا۔

اس لیے اے نوجوان!

اسکرین سے نظریں اٹھاؤ، اپنے اردگرد کی دنیا کو دیکھو، اپنے خوابوں کو عمل کا لباس پہناؤ، اور ریل گیم کے تماشائی بننے کے بجائے رئیل گیم کے کھلاڑی بن جاؤ۔ کیونکہ مستقبل انہی کا ہوتا ہے جو زندگی کو دیکھتے نہیں، بلکہ زندگی کو بناتے ہیں۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

وقت کی ناقدری زوالِ امت کی ایک بڑی وجہ

محمد عادل ارریاوی

اللہ رب العزت نے کائنات کی تمام چیزیں انسان کی خدمت کے لیے پیدا کی ہیں لیکن انسان کو اپنی بندگی اور ایک خاص مقصد کے لیے تخلیق کیا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے جو سب سے قیمتی سرمایہ ہمیں عطا کیا گیا وہ وقت ہے۔ وقت ایک ایسی دولت ہے جو خرچ تو ہوتی ہے لیکن اسے دوبارہ کمایا نہیں جاسکتا۔

انسان کی سب سے بڑی نادانی یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میری عمر بڑھ رہی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر گزرتا لمحہ عمر کو گھٹا رہا ہے۔ ہماری زندگی کی مثال اس برف فروش کی سی ہے جس کی برف دھوپ میں رکھی ہو وہ بکے یا نہ بکے اس نے پگھلنا ہی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ پانچ چیزوں کو پانچ سے قبل غنیمت سمجھو زندگی کو مرنے سے پہلے اور صحت کو بیماری سے پہلے اور فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور مالداری کو فقر سے پہلے۔

دین اسلام نے انسان کو یہ بتلایا کہ اس کا ہر ہر چیز پر حساب ہوگا اس سے ہر چیز کے بارے میں باز پرس ہوگی اور اسے اپنے ہر ہر قول و فعل کا جواب دینا ہوگا کراماً کاتبین اس کے قول و فعل کو لکھ رہے ہیں اور قیامت کے روز اس کے اعمال نامے کو پیش کیا جائے گا ایسا نہ ہو کہ آج خواب غفلت میں پڑے رہو کل یہ کہو کہ ہمیں خبر نہ تھی ہمیں علم نہ تھا دیکھو وقت بڑی قیمتی دولت ہے اس سے جو فائدہ اٹھا سکتے ہو اٹھالو آج فراغت ہے کل اپنے ساتھ بے شمار مشغولیتیں لائے گی آج صحت ہے کل نہ معلوم کس بیماری کا شکار ہو جاؤ آج زندہ ہو کل مٹی تلے مدفون ہو گے آج صحت مند نوجوان ہو کل نہ معلوم ہلنے کے قابل بھی رہو یا نہ رہو آج صاحب حیثیت ہو کل نہ معلوم کس حال میں ہو جاؤ اس لئے جو کرنا ہے کر لو جو کمانا ہے کمالو جو فائدہ اٹھانا ہے اٹھالو ورنہ وقت دو دھاری تلوار ہے اگر تم نے اسے نہ کاٹا تو وہ تمہیں کاٹ ڈالے گی عقلمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ وقت کی قدر کرو۔

ہمارا ہر گزرتا ہوا دن ہمیں قبر کے ایک قدم اور قریب کر دیتا ہے۔ اگر ہم نے اس پھسلتی ہوئی عمر سے نیکیوں کا سرمایہ اکٹھا نہ کیا تو سوائے حسرت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا

۔ ہمیں بحیثیت فرد یہ سوچنا چاہیئے کہ ہم نے زندگی میں کتنی نمازیں قضا کیں؟ کتنے جھوٹ بولے؟ کتنے لوگوں کے حقوق غصب کیے؟ اور کتنا وقت اللہ کی فرمانبرداری میں گزارا؟

میرے عزیزو اسلام میں وقت محض ایک گزرتا ہوا لمحہ نہیں بلکہ یہ ایک امانت ہے اور اس کائنات کی سب سے قیمتی متاع ہے۔

دیکھا جائے تو اس وقت مسلم معاشرہ مجموعی طور پر ضیاع وقت کی آفت کا شکار ہے یورپی معاشرہ اپنی تمام تر خامیوں کے باوجود وقت کا قدر داں ہے اور زندگی کو ایک نظام کے تحت گزارنے کا پابند ہے علم وفن اور سائنس و ٹیکنالوجی میں ان کی ترقیوں کا ایک بڑا سبب یہی ہے جو قومیں وقت کی قدر کرنا جانتی ہیں وہ صحراؤں کو گلشن میں تبدیل کر سکتی ہیں وہ فضاؤں پر قبضہ کر سکتی ہیں وہ پہاڑوں کے جگر پاش پاش کر سکتی ہیں وہ ستاروں پر کمندیں ڈال سکتی ہیں وہ زمانہ کی زمام قیادت سنبھال سکتی ہیں لیکن جو قومیں وقت کو ضائع کر دیتی ہیں وقت انہیں ضائع کر دیتا ہے ایسی قومیں غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں وہ دین اور دنیا دونوں اعتبار سے خسارے میں رہتی ہیں اگر فضول کاموں سے ہم روزانہ ایک گھنٹہ بچاتے تو کسی بھی سائنس کو اپنے قابو میں لاسکتے تھے اگر روزانہ ایک گھنٹہ حصول علم کے لئے وقف کر لیتے تو دس سال میں ایک حد تک باخبر عالم بن سکتے تھے اگر روزانہ ایک کتاب کے دس صفحات کا مطالعہ کرتے تو سال بھر میں ساڑھے سات ہزار صفحات پڑھ سکتے تھے لیکن ہم نے وقت کی قدر نہ کی ہم نے ناخلف اولاد کی طرح اس بیش بہا دولت کو اندھا دھند لٹا دیا چنانچہ اسے لٹاتے لٹاتے ہم خود لٹ گئے ہماری صحت لٹ گئی ہماری زندگی لٹ گئی لمحات کی قدر نہ کرنے سے منٹوں کا منٹوں کی قدر نہ کرنے سے گھنٹوں کا گھنٹوں کی قدر نہ کرنے سے دنوں کا دنوں کی قدر نہ کرنے سے ہفتوں کا ہفتوں کی قدر نہ کرنے سے مہینوں کا اور مہینوں کی قدر نہ کرنے سے سالوں کا ضائع کرنا ہمارے لئے آسان بن گیا ہے۔

جس امت کو وقت کا سب سے بڑا قدردان ہونا چاہیے تھا آج وہی امت وقت کو سب سے زیادہ بے دردی سے ضائع کرنے والی بن چکی ہے۔

اللہ ربّ العزت نے اسلام کے پورے ڈھانچے کو وقت کی زنجیر سے باندھ رکھا ہے۔ آپ غور کیجیے کہ اگر نماز وقت مقررہ سے ایک منٹ پہلے پڑھیں تو نہیں ہوتی وقت گزر جائے تو قضا ہو جاتی ہے۔ صبح صادق کے ایک سیکنڈ بعد تک کھائیں تو روزہ نہیں ہوتا اور غروب آفتاب سے ایک لمحہ پہلے افطار کر لیں تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس طرح قربانی ہو یا حج کے افعال زکوۃ کا سالانہ نصاب ہو یا عیدین کی نماز ہر عبادت وقت کے ساتھ جڑی ہے اور ہمیں چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ اے مسلمان وقت کی قدر کر یہ تیرے رب کا مقرر کردہ میزان ہے۔

لیکن افسوس کہ آج وقت گزاری ہماری زندگی کا سب سے بڑا مشغلہ بن چکا ہے۔ ہوٹل بازی بے مقصد سیر و تفریح سوشل میڈیا کی بے ہودہ ویڈیوز اور موبائل اسکرین پر گھنٹوں ضائع کرنا ہماری پہچان بنتی جارہی ہے۔ ہماری شادی بیاہ کی تقریبات میں جس طرح راتوں کو بے دردی سے ضائع کیا جاتا ہے وہ کسی المیے سے کم نہیں۔ یہاں تک کہ ہماری دینی مجالس اور جلسوں میں بھی وقت کی پابندی کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ پروگراموں کا دیر سے شروع ہونا اور بے مقصد طوالت اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہم سے احترام وقت کا جذبہ رخصت ہو چکا ہے۔

حکماء فرماتے ہیں کہ وقت ضائع کرنا خودکشی سے زیادہ برا ہے کیونکہ خودکشی تمہیں دنیا سے کاٹتی ہے جبکہ وقت کا ضائع کرنا تمہیں اللہ سے کاٹ دیتا ہے۔

اللہ ربّ العزت ہمیں وقت کی قدر کرنے اپنی زندگی کے ہر لمحے کو اپنی رضا کے مطابق گزارنے نیک اعمال کرنے اور وقت ضائع کرنے سے محفوظ رکھے اور اپنی قیمتی عمر کو دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

منافقت۔۔۔ایک بڑا اعتاب (قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک فکری واصلاحی جائزہ)

محمد مسلم کبیر، لاتور

انسانی زندگی میں سچائی، اخلاص اور وفاداری کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ جب انسان کے ظاہر اور باطن میں یکسانیت ہوتی ہے تو اس کا کردار مضبوط اور اس کی شخصیت قابلِ اعتماد بن جاتی ہے۔ لیکن جب زبان کچھ کہے، دل کچھ اور رکھے اور عمل اس کے برعکس ہو تو اس کیفیت کو منافقت کہا جاتا ہے۔ منافقت ایک ایسی خطرناک روحانی بیماری ہے جو انسان کو آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور اور گمراہی کے راستے پر لے جاتی ہے۔

قرآنِ مجید میں کفار کے مقابلے میں منافقین کا ذکر زیادہ تفصیل سے کیا گیا ہے، کیونکہ کافر کا دشمن ہونا ظاہر ہوتا ہے جبکہ منافق بظاہر دوست اور خیر خواہ بن کر اندر ہی اندر نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی لیے منافقت کو ایک بڑا عتاب اور نہایت خطرناک اخلاقی جرم قرار دیا گیا ہے۔

@ منافقت کیا ہے؟

منافقت کا لغوی معنی ہے: "ایک راستے سے داخل ہونا اور دوسرے راستے سے نکل جانا"۔ شریعت کی اصطلاح میں منافقت اس کیفیت کا نام ہے جس میں انسان اپنے باطن کے خلاف ظاہر کرتا ہے۔

علمائے کرام نے منافقت کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ اعتقادی منافقت: یہ وہ منافقت ہے جس میں انسان زبان سے اسلام کا اقرار کرے لیکن دل سے ایمان نہ لائے۔ یہ نفاق انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

۲۔ عملی منافقت: یہ وہ منافقت ہے جس میں انسان مسلمان تو ہوتا ہے لیکن اس کے اندر منافقانہ عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں، جیسے جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، خیانت کرنا اور دھوکہ دینا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب امانت دی جائے تو خیانت کرے۔" (بخاری، مسلم)

ایک روایت میں چوتھی علامت بھی بیان کی گئی: "جب جھگڑا کرے تو حد سے تجاوز کرے۔"

@ منافقت کے نقصانات

۱۔ ایمان کی کمزوری: منافقت انسان کے ایمان کو اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد کو ختم کر دیتی ہے۔

۲۔ اللہ کی ناراضگی: منافق اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سخت ناپسندیدہ ہوتا ہے کیونکہ وہ سچائی کے بجائے دھوکے اور فریب کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

۳۔ معاشرتی انتشار: منافق افراد خاندانوں، اداروں اور معاشروں میں بداعتمادی پیدا کرتے ہیں۔ ان کی وجہ سے محبت اور اخوت کمزور پڑ جاتی ہے۔

۴۔ دل کی سختی: مسلسل جھوٹ، فریب اور دوغلے پن کی وجہ سے انسان کا دل سخت ہو جاتا ہے اور نیکی کی تاثیر ختم ہونے لگتی ہے۔

۵۔ آخرت کی تباہی: منافق کے لیے آخرت میں سخت عذاب کی وعید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔" (سورۃ النساء:۱۴۵)

@ منافقین کے واقعات اور عبرتناک انجام:

۱۔ عبداللہ بن اُبی بن سلول؛ مدینہ میں منافقین کا سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول تھا۔ اسلام کی ظاہری حمایت کرتا تھا لیکن دل میں بغض اور دشمنی رکھتا تھا۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر اس نے تقریباً تین سو آدمیوں کو لے کر لشکر سے علیحدگی اختیار کر لی، جس سے مسلمانوں کا حوصلہ کمزور کرنے کی کوشش کی گئی۔ واقعۂ افک میں بھی اس نے حضرت عائشہؓ کے خلاف جھوٹی تہمت پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔

اس کی ساری سازشوں کے باوجود وہ دنیا میں ذلت و رسوائی کا شکار ہوا اور تاریخ میں ہمیشہ منافقین کے سردار کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

۲۔ مسجدِ ضرار کا واقعہ: کچھ منافقین نے مدینہ منورہ میں ایک مسجد تعمیر کی۔ مقصد عبادت نہیں بلکہ مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنا اور اسلامی مرکز کے مقابل ایک الگ گروہ بنانا تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ وہاں نماز پڑھائیں تاکہ لوگوں کا اعتماد حاصل ہو جائے، مگر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے ان کی حقیقت ظاہر کر دی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس عمارت کو منہدم کر دیا گیا۔ یہ واقعہ اس بات کی واضح مثال ہے کہ منافق بسا اوقات نیکی کا لبادہ اوڑھ کر فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کے مکر کو ناکام بنا دیتا ہے۔

۳۔ غزوۂ تبوک میں منافقین: جب غزوۂ تبوک کا اعلان ہوا تو منافقین نے مختلف بہانے بنائے۔ بعض نے گرمی کا عذر پیش کیا، بعض نے مالی مشکلات کا۔ قرآن مجید نے ان کے ان بہانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "انہوں نے کہا کہ اس گرمی میں نہ نکلو، کہہ دو کہ جہنم کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔" (سورۃ التوبہ:۸۱)

ان لوگوں نے وقتی آرام کو ترجیح دی لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی حقیقت کو ہمیشہ کے لیے بیان فرما دیا۔

۴۔ جھوٹے وعدوں کا انجام: قرآن مجید میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر انہیں مال مل گیا تو وہ صدقہ و خیرات کریں گے، لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں نواز دیتا ہے تو وہ بخیل بن جاتے ہیں۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں قیامت تک نفاق پیدا فرما دیتا ہے۔ (سورۃ التوبہ: ۷۵ تا ۷۷) یہ واقعہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وعدہ خلافی اور ناشکری انسان کو منافقت کی طرف لے جاسکتی ہے۔

@ منافقت کی روزمرہ مثالیں:::

ایک شخص سامنے تعریف کرے اور پیٹھ پیچھے برائی کرے۔ دینی یا سماجی خدمت صرف شہرت کے لیے انجام دے۔ دوسروں کو نصیحت کرے لیکن خود عمل نہ کرے۔ لوگوں کے درمیان اختلافات پیدا کرنے کے لیے ایک کی بات دوسرے تک پہنچائے۔ امانت میں خیانت کرے اور خود کو دیانت دار ظاہر

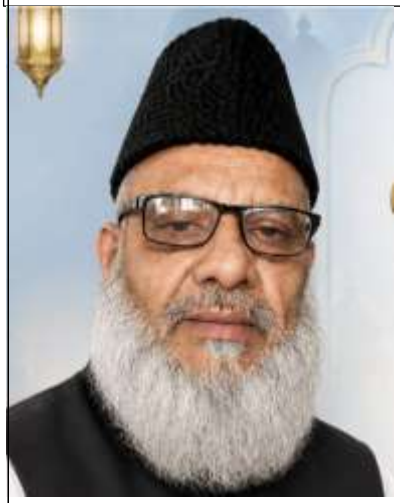

کرے۔ سوشل میڈیا یا عوامی محفلوں میں نیک بننے کا تاثر دے لیکن تنہائی میں گناہوں پر اصرار کرے۔

@ منافقین کا انجام::

قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین کا انجام نہایت دردناک ہے۔

@ دنیا میں — رسوائی، بے اعتمادی، ذہنی بے سکونی، عزت و وقار کا خاتمہ، نیک لوگوں کی نظروں سے گر جانا۔۔

@ آخرت میں — سخت حساب، اللہ کی ناراضگی، جنت سے محرومی،
جہنم کے نچلے طبقے میں عذاب۔۔۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، حالانکہ اللہ ہی انہیں دھوکے کا بدلہ دینے والا ہے۔" (سورۃ النساء:

@ ہماری ذمہ داری::

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے دل کا محاسبہ کرتا رہے اور منافقت کی علامات سے بچنے کی کوشش کرے۔ ہمیشہ سچ بولے۔ وعدے پورے کرے۔ امانتوں کی حفاظت کرے۔ ریاکاری اور دکھاوے سے بچے۔

اخلاص کے ساتھ عبادت کرے۔ اپنے ظاہر و باطن کو ایک جیسا بنانے کی کوشش کرے۔

منافقت ایک ایسی مہلک بیماری ہے جو ایمان، کردار اور معاشرے تینوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ قرآن و حدیث نے منافقین کے انجام کو بیان کر کے اہلِ ایمان کو متنبہ کیا ہے کہ وہ اخلاص، سچائی اور وفاداری کو اپنا شعار بنائیں۔ جو شخص اپنے دل کو حسد، بغض، فریب اور دوغلے پن سے پاک کر لیتا ہے وہ دنیا میں بھی عزت پاتا ہے اور آخرت میں بھی کامیابی کا مستحق بنتا ہے۔

سماجی دباؤ کی طاقت کا افراد اور برادریوں پر اثر

دباؤ ایک طاقتور سماجی قوت ہے جو افراد اور معاشروں کے رویوں، فیصلوں اور معاشرتی اصولوں کو متاثر کرتی ہے۔ اگرچہ یہ مثبت اور منفی دونوں اثرات مرتب کر سکتا ہے، لیکن اس کا اثر مختلف ثقافتی سیاق و سباق میں مختلف ہوتا ہے۔ بھارت میں، دباؤ زیادہ تر تعلیمی کامیابی، خاندانی توقعات اور معاشرتی اصولوں سے جڑا ہوتا ہے، جبکہ مغربی ممالک میں یہ سماجی رویے، کام کی ثقافت اور ذاتی طرز زندگی کے انتخاب میں زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ اس مضمون میں، ہم بھارت اور بیرون ملک دباؤ کے اثرات کو حقیقی زندگی کی مثالوں کے ساتھ دریافت کریں گے۔

بھارت میں دباؤ

بھارتی معاشرہ اجتماعی سوچ پر مبنی ہے، جہاں روایات اور سماجی ہم آہنگی کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ اس وجہ سے، دباؤ اکثر انفرادی اور معاشرتی فیصلوں پر گہرے اثرات ڈالتا ہے۔

1. تعلیمی اور پیشہ ورانہ دباؤ

تعلیم ایک ایسا شعبہ ہے جہاں بھارتی طلباء سب سے زیادہ دباؤ محسوس کرتے ہیں۔ سرکاری نوکریاں حاصل کرنے یا مخصوص پیشوں کو اپنانے کا سماجی دباؤ اکثر افراد کی ذاتی دلچسپیوں پر حاوی ہو جاتا ہے۔

حقیقی زندگی کی مثال

کوٹا تعلیمی بحران –راجستھان کے شہر کوٹا میں ہزاروں طلباء آئی آئی ٹی – جے ای ای اور نیٹ امتحانات کی تیاری کرتے ہیں۔ کامیابی کے زبردست دباؤ کی وجہ سے خودکشیوں میں اضافہ ہوا ہے۔ ۲۰۲۳ میں، کوٹا میں ۲۶ طلباء نے خودکشی کر لی، جو تعلیمی دباؤ کے سنگین نتائج کو ظاہر کرتا ہے۔

حقیقی زندگی کی مثال

دہلی کے مکھرجی نگر میں آئی اے ایس امیدوار –دہلی کے مکھرجی نگر میں ہزاروں طلباء سول سروسز کے امتحان کی تیاری میں کئی سال صرف کرتے ہیں۔ خاندانی اور سماجی دباؤ کی وجہ سے، بہت سے طلباء بار بار ناکامی کے باوجود کوششیں جاری رکھتے ہیں، جس سے ان کی ذہنی صحت اور مالی حالات متاثر ہوتے ہیں۔

2. سماجی اور ثقافتی دباؤ

بھارتی معاشرہ افراد سے روایتی اصولوں پر عمل کرنے کی توقع رکھتا ہے، خاص طور پر شادی، صنفی کردار اور طرز زندگی کے معاملات میں۔

حقیقی زندگی کی مثال

نکیتا تومر کا کیس (غیرت کے نام پر قتل، ہریانہ) 2020 –میں، نکیتا تومر کو شادی کے رشتے سے انکار کرنے پر قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ بھارت میں افراد پر روایتی شادی کے اصولوں پر عمل کرنے کا کتنا دباؤ ہوتا ہے، جو بعض اوقات ذاتی آزادی اور تحفظ کو بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے۔

3. مالی اور طرز زندگی کا دباؤ

بھارت میں صارفیت پسندی (consumerism) میں اضافے کی وجہ سے لوگ معاشرتی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے غیر ضروری اخراجات کرتے ہیں۔

حقیقی زندگی کی مثال

بھارتی شادیوں کی فضول خرچیاں –بھارت میں شادیوں کو ایک اسٹیٹس سمبل سمجھا جاتا ہے، جہاں خاندان سماجی توقعات کو پورا کرنے کے لیے لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں۔ ۲۰۲۳ میں اننت امبانی کی شادی، جس کا تخمینہ ₹۱۰۰۰ کروڑ سے زائد تھا، نے دباؤ میں مزید اضافہ کر دیا، جس کی وجہ سے متوسط طبقے کے خاندان بھی اپنی استطاعت سے بڑھ کر اخراجات کرنے پر مجبور ہو گئے۔

حقیقی زندگی کی مثال

سوشل میڈیا انفلوئنسر کلچر –انسٹاگرام اور یوٹیوب جیسے پلیٹ فارمز کے عروج نے نوجوان بھارتیوں میں مہنگے برانڈز خریدنے، بار بار سفر کرنے اور ایک مثالی طرز زندگی پیش کرنے کا دباؤ بڑھا دیا ہے، جس کی وجہ سے مالی دباؤ اور ذہنی پریشانی میں اضافہ ہو رہا ہے۔

بیرون ملک دباؤ

مغربی ممالک میں، دباؤ زیادہ تر کام کی جگہ کے تقاضوں، سوشل میڈیا کے اثرات، اور ذاتی طرز زندگی کے انتخاب پر مرکوز ہوتا ہے۔

1. نشہ آور اشیاء اور خطرناک رویے

مغرب میں نوجوانوں کے درمیان نشہ آور اشیاء کے استعمال میں peer pressure کا بڑا کردار ہوتا ہے۔

حقیقی زندگی کی مثال

برطانیہ اور امریکہ میں "بینج ڈرنکنگ" کا کلچر – برطانیہ اور امریکہ میں کالج طلباء اکثر peer pressure کی وجہ سے شراب نوشی میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آن الکحل ابیوز اینڈ الکحلزم (NIAAA) کے مطابق، تقریباً ۵۰٪ امریکی کالج طلباء excessive drinking میں مبتلا ہوتے ہیں۔

حقیقی زندگی کی مثال

ٹائیڈ پوڈ چیلنج (امریکہ، ۲۰۱۸) –سوشل میڈیا دباؤ کی وجہ سے نوجوانوں نے لانڈری ڈیٹرجنٹ کھانے کے خطرناک چیلنج میں حصہ لیا، جس کے نتیجے میں کئی افراد کو اسپتال جانا پڑا۔

2. جسمانی امیج اور سوشل میڈیا کا دباؤ

سوشل میڈیا نے جسمانی امیج کے بارے میں نوجوانوں پر دباؤ بڑھا دیا ہے، جس سے ذہنی صحت کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

حقیقی زندگی کی مثال

کائلی جینر لپ چیلنج (امریکہ، ۲۰۱۵) – نوجوانوں نے اپنے ہونٹوں کو بڑا کرنے کے لیے ویکیوم سکشن کا استعمال کیا، جس کے نتیجے میں کئی افراد کو چوٹیں اور مستقل نقصان پہنچا۔

حقیقی زندگی کی مثال

انسٹاگرام فلٹرز کے اثرات – تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ انسٹاگرام جیسے پلیٹ فارمز نوجوان لڑکیوں میں جسمانی عدم اطمینان کو بڑھا رہے ہیں، جس کی وجہ سے پلاسٹک سرجری اور ذہنی صحت کے مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے۔

3. کام کی جگہ اور کیریئر کا دباؤ

مغربی ممالک میں، ملازمت کے دباؤ اور کام کی جگہ کی ثقافت ملازمین کی ذہنی اور جسمانی صحت پر اثرانداز ہوتی ہے۔

حقیقی زندگی کی مثال

جاپان میں "کروشی" *(زیادہ کام کی وجہ سے موت)* –جاپان میں ملازمین پر طویل گھنٹے کام کرنے کا اتنا دباؤ ہوتا ہے کہ بعض اوقات زیادہ کام کی وجہ سے اموات ہو جاتی ہیں۔ حکومت نے اس کلچر کو ختم کرنے کے لیے نئی اصلاحات متعارف کروائی ہیں۔

حقیقی زندگی کی مثال

سلیکن ویلی میں "ہسل کلچر – "ٹیکنالوجی انڈسٹری میں ملازمین اکثر ۸۰ گھنٹے ہفتہ وار کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس دباؤ کی وجہ سے کئی ملازمین ذہنی دباؤ، بے چینی اور ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔

نتیجہ

دنیا بھر میں دباؤ افراد اور معاشروں کو متاثر کرتا ہے، اگرچہ مختلف طریقوں سے۔ بھارت میں، یہ زیادہ تر تعلیم، خاندانی توقعات، اور مالی دباؤ میں ظاہر ہوتا ہے، جبکہ مغربی ممالک میں یہ طرز زندگی، کام کی جگہ، اور سوشل میڈیا کے ذریعے زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔

ذہنی صحت اور ذاتی ترقی کے لیے دباؤ کا سامنا کرنے اور اس پر قابو پانے کے طریقے سیکھنا ضروری ہے۔ خود آگاہی، آزادانہ فیصلہ سازی، اور معاون کمیونٹیز کے ذریعے، افراد منفی دباؤ سے بچ سکتے ہیں اور بہتر زندگی گزار سکتے ہیں

زوال

میں روٹھ کے جاؤں گا چلا ایک نہ اک دن
ہوجائے گی خاموش فضا ایک نہ اک دن

کیوں چاند ستاروں میں میاں الجھے ہوئے ہو
ہے اوڑھنا مٹی کی ردا ایک نہ اک دن

تم چاہے جسے پیار کرو ٹوٹ کے چاہو
ہونا ہے تمہیں اس سے جدا ایک نہ اک دن

ہیں جتنے مرے چاہنے والے مرے ہمدم
مٹی میں مجھے دیں گے دبا ایک نہ اک دن

ہیں جتنی تمنائیں، مرے سینے میں پنہاں
ہو جائیں گی پل بھر میں ہوا ایک نہ اک دن

یہ چاند ستاروں سے حسیں تر مری دنیا
ہونا ہے یہاں حشر بپا ایک نہ اک دن

ہیں جتنے بھی ذی روح یہاں خواہ کوئی ہو
ہاں موت کا چکھنا ہے مزا ایک نہ اک دن

ندوی ترے اشعار ہیں سچائی پر مبنی
ہوجائیں گے ہم سب بھی فنا ایک نہ اک دن

عبد السبحان ندوی . کولکاتا ۳/۱۳ 16 Pemantle Street kolkata Mobile:
9831452849

رہبر، کربلا اور زندہ قوم کا شعور

ٹی ایم ضیاء الحق

تاریخ کے کچھ لمحے ایسے ہوتے ہیں جو صرف واقعات نہیں رہتے بلکہ پوری تہذیب، ایک قوم کے شعور اور ایک نظریے کی علامت بن جاتے ہیں۔ ان لمحوں کو نہ وقت مٹا سکتا ہے، نہ طاقت کا غرور انہیں دھندلا سکتا ہے۔ کبھی ایک معرکہ تاریخ لکھتا ہے، کبھی ایک تقریر، اور کبھی ایک جنازہ پوری دنیا کو یہ بتا دیتا ہے کہ اصل قوت ہتھیاروں، دولت اور اقتدار میں نہیں بلکہ ان دلوں میں ہوتی ہے جو کسی نظریے پر یقین رکھتے ہیں۔ جب لاکھوں بلکہ کروڑوں انسان کسی رہبر کی محبت میں اشک بار آنکھوں کے ساتھ سڑکوں پر نکل آئیں، تو یہ محض ایک جنازہ نہیں رہتا، بلکہ ایک زندہ قوم کے شعور کا اعلان بن جاتا ہے۔

دنیا کی سیاست ہمیشہ طاقت کے گرد گھومتی رہی ہے۔ بڑے ممالک اپنے اسلحے، معیشت اور عسکری قوت پر فخر کرتے ہیں۔ انہیں یقین ہوتا ہے کہ دنیا ان کے اشاروں پر چلے گی، لیکن تاریخ بار بار ثابت کرتی ہے کہ اقتدار کی طاقت محدود ہوتی ہے، جبکہ محبت اور عزت کی طاقت بے حد ہوتی ہے۔ اقتدار خوف پیدا کر سکتا ہے، مگر عقیدت پیدا نہیں کر سکتا۔ دولت سہولتیں خرید سکتی ہے، مگر دلوں میں جگہ نہیں بنا سکتی۔ شاید اسی لیے دنیا کے بڑے سے بڑے حکمران بھی دل ہی دل میں یہ خواہش رکھتے ہوں کہ انہیں بھی وہ احترام، وہ اعتماد اور وہ محبت نصیب ہو جو کسی سچے رہبر کے حصے میں آتی ہے۔

ایران کی سرزمین نے گزشتہ کئی دہائیوں میں آزمائشوں کا ایک طویل سفر طے کیا ہے۔ پابندیاں، دھمکیاں، جنگیں، سیاسی دباؤ اور عالمی طاقتوں کی مسلسل مخالفت اس ملک کا مقدر بنائی گئی، مگر اس کے باوجود اس قوم کے حوصلے کمزور نہ ہوئے۔ یہ سوال ہر صاحبِ فکر کے ذہن میں ابھرتا ہے کہ آخر ایسی استقامت کہاں سے آتی ہے؟ وہ کون سی قوت ہے جو ایک قوم کو مسلسل مشکلات کے باوجود سر جھکانے نہیں دیتی؟ اس سوال کا جواب کسی ہتھیار، کسی خزانے یا کسی سیاسی اتحاد میں نہیں، بلکہ ایک زندہ نظریے میں پوشیدہ ہے۔

یہ نظریہ کربلا کا نظریہ ہے۔ کربلا محض ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ حق و باطل کی دائمی کشمکش کا استعارہ ہے۔ اس نے انسان کو سکھایا کہ اگر مقصد حق ہو تو تعداد کی کمی، وسائل کی قلت اور دشمن کی طاقت فیصلہ کن نہیں ہوتی۔ اصل فیصلہ انسان کے عزم، اس کے ایمان اور اس کی استقامت سے ہوتا ہے۔ یہی سبق جب کسی قوم کی رگوں میں خون بن کر دوڑنے لگتا ہے تو پھر اسے جھکانا ممکن نہیں رہتا۔

حضرت آیت اللہ خامنہ ای کی شخصیت کو اسی تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ ان کی زندگی میں سادگی، استقلال، صبر اور نظریاتی وابستگی نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ ان کا طرزِ زندگی یہ احساس دلاتا ہے کہ حقیقی قیادت ظاہری جاہ و جلال سے نہیں بلکہ کردار کی مضبوطی سے جنم لیتی ہے۔ وہ اس فکر کے امین نظر آتے ہیں جس میں اقتدار ایک ذمہ داری ہے، خدمت عبادت ہے اور مزاحمت عزتِ نفس کا نام ہے۔

جب شدید حالات کے بعد ایک طویل عرصے کے بعد عوام اپنے رہبر کے جنازے کے گرد جمع ہوتے ہیں تو یہ منظر صرف ایک مذہبی یا سیاسی تقریب نہیں رہتا، بلکہ یہ اس حقیقت کا اظہار بن جاتا ہے کہ نظریات کبھی دفن نہیں ہوتے۔ جسم فنا ہو سکتے ہیں، مگر وہ فکر جو دلوں میں اتر جائے، نسلوں تک زندہ رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک جنازے کے پیچھے امڈنے والا انسانوں کا سمندر پوری دنیا کو خاموشی سے یہ پیغام دیتا ہے کہ محبت، وفاداری اور عقیدت کو طاقت کے زور پر ختم نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت امام خمینیؒ نے جس فکری انقلاب کی بنیاد رکھی، اسے حضرت آیت اللہ خامنہ ای نے اپنے عزم، حکمت اور استقامت سے آگے بڑھایا۔ ایک درخت کی مانند یہ فکر وقت کے ساتھ مضبوط ہوتی گئی۔ اس کی جڑیں زمین کی گہرائی میں ہیں، اس لیے وہ آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتیں، مگر اس کی شاخیں پوری دنیا میں سایہ کرتی محسوس ہوتی ہیں۔ اس کے پھل سے بہت سے لوگ امید، حوصلہ اور اعتماد حاصل کرتے ہیں۔ ایسے درخت کو کاٹنے کی خواہش رکھنے والے شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ درخت کی اصل طاقت اس کی جڑوں میں ہوتی ہے، اور نظریے کی جڑیں تلواروں سے نہیں کاٹی جا سکتیں۔

وقت ہمیشہ انصاف کرتا ہے۔ آج جو لوگ اپنے اقتدار، اپنی فوجی قوت اور اپنی سیاسی برتری پر نازاں ہیں، کل وہ تاریخ کے چند صفحات تک محدود رہ جائیں گے۔ مگر وہ شخصیات جنہوں نے اپنے کردار، اپنے اصول اور اپنی قربانی سے قوموں کے دل جیت لیے، وہ ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ تاریخ ان کے نام صرف اس لیے محفوظ نہیں رکھتی کہ وہ طاقتور تھے، بلکہ اس لیے کہ وہ اپنے نظریے پر ثابت قدم رہے۔

کسی بھی قوم کی اصل دولت اس کے وسائل نہیں ہوتے بلکہ اس کے رہنما ہوتے ہیں۔ اگر رہبر باکردار، صاحبِ بصیرت، دوراندیش اور بے خوف ہو تو قومیں مشکل ترین حالات سے بھی سرخرو ہو کر نکلتی ہیں۔ ایسے رہنما لوگوں کو صرف منزل نہیں دکھاتے بلکہ ان کے اندر منزل تک پہنچنے کا حوصلہ بھی پیدا کرتے ہیں۔ یہی قیادت قوموں کو زندہ رکھتی ہے اور یہی قیادت تاریخ کا رخ موڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

ہم اپنے عہد کے ایسے واقعات کے گواہ ہیں جو آنے والی نسلوں کے لیے تاریخ کا سرمایہ بنیں گے۔ ممکن ہے آنے والے برسوں میں بہت سے سیاسی نام دھندلا جائیں، بہت سے حکمران فراموش کر دیے جائیں، لیکن وہ شخصیات جنہوں نے اپنے کردار سے نظریے کو زندگی بخشی، انہیں یاد رکھا جائے گا۔ کیونکہ تاریخ صرف طاقتوروں کی نہیں، باکردار لوگوں کی بھی ہوتی ہے، بلکہ اکثر وہی لوگ تاریخ کا اصل عنوان بنتے ہیں جنہوں نے حق، سچائی اور استقامت کا چراغ روشن رکھا۔

ہماری دعا ہے کہ دنیا کے ہر خطے، ہر قوم اور ہر معاشرے کو ایسے رہنما نصیب ہوں جو سادگی، دیانت، حکمت، قربانی اور ثابت قدمی کا پیکر ہوں۔ جو قوموں کو خوف نہیں بلکہ امید دیں، نفرت نہیں بلکہ وحدت کا درس دیں، اور اقتدار نہیں بلکہ کردار کی عظمت کو اپنی پہچان بنائیں۔ یہی وہ قیادت ہے جو قوموں کو زندہ رکھتی ہے، یہی وہ نظریہ ہے جو زمانوں تک سفر کرتا ہے، اور یہی وہ روشنی ہے جو اندھیروں میں بھی انسانیت کو راستہ دکھاتی رہتی ہے۔

+۹۱-۹۷۱۸۰۴۳۱۷۴ / ۹۹۷۱۱۴۳۱۷۴

تفسیر آیہ کریمہ "وفي أنفسكم أفلا تبصرون"

اور تمہارے اندر نشانیاں ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے؟؟؟
خلق اللہ آدم علی صورتہ
اللہ تعالی نے سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی ذات کا مظہر بنا کر پیدا فرمایا
اور پھر آیت کریمہ ویجعلکم خلفاء الأرض کے تحت نیک انسانوں کو وارث و جانشین بنایا گیا
زیر بحث آیت کریمہ کی روحانی و عرفانی تفسیر کچھ اس طرح سپرد قرطاس ہوگی کہ اپنے اندر غور کرو اور دیکھو کہ اللہ رب العزت نے اپنی ذات کے کیا کیا مظاہر ودیعت فرمائے ہیں؟؟؟ عالم ناسوت کی مادی آلائشوں اور گناہوں کی ناپاکیوں کی وجہ سے جو پردے اور حجابات حائل ہو چکے ہیں آیات ربانی اور تمہارے درمیان ان کو ریاضت و مجاہدہ، عشق و محبت، کیف و سرور سے جلا کر راکھ کر دو
حیرت اور استعجاب کا مقام ہے تم خلافت الہی کے وارث اور جانشین ہونے کے باوجود رب کے جلوؤں کا وصل اور اس کے عشق میں فنائیت نہیں چاہتے؟؟؟
اٹھو... اپنی پہچان کرو...
اپنی وراثت کی پہچان کے لیے سب سے آسان طریقہ یہ ہے کسی ثانی سرکار شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش کرو اور ان کی صحبت کو لازم پکڑو مولائے روم سرکار رحمۃ علیہ کے نقش پا پر گامزن ہوتے ہوئے تاکہ تمہارے سینے میں مئے خانہ رومی برپا ہو، ان کی محمدی توجہات سے تمہاری بصارت کے پردوں کو چاک کرکے تمہیں صاحب بصیرت بنا دیا جائے،
وقت است بکشایم مئے خانہ رومی باز
کہ پیران حرم دیدم در صحن کلیسا مست (اقبال)
(وقت آگیا ہے ایک پھر بار پھر مئے خانہ رومی منعقد ہو کیونکہ نقلی پیروں کو غیروں کے ساتھ مست دیکھا گیا ہے۔ مفہوما)
اور یہ شعر ورد زباں رکھو
مولوی نہ شد ہر گز مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد
جب عطا کردہ بصیرت رومی سے پردے اٹھیں گے تو اپنے اندر خلافت یزدانی کے جلوے چمکتے ہوئے نظر آئیں گے اور اپنی اصل یعنی روح کی پہچان تمہارے لیے اظہر من الشمس ہو جائے گی، اس طرح آیت مذکورہ کا رنگ روحانی و عرفانی تمہارے اوپر چڑھ جائے گا مزید چونکہ جب خلافت الہی کے تحت رنگ چڑھے گا تو اپنے آپ میں نشانیوں کا ظہور لازمی ہے لہذا صبغۃ اللہ ومن أحسن من اللہ صبغۃ کے تحت صفات الہیہ کے انوار روح پر وارد ہوتے چلے جائیں گے بالترتیب مثلا قہاریت، جباریت، رحمانیت، رحیمیت وغیرہ وغیرہ اسی طرح اسم جلالت کے انوار وارد ہونگے اور مقام عبدیت میں اضافہ ہوتے ہوتے وہی ندائے الست سنائی دے گی جس کا ذکر آیت کریمہ ألست بربکم قالوا بلی میں وارد ہے
جس ندائے مست کی سماعت کو عالم اسفل کے پردوں نے مدہم یا بند کر دیا تھا وہ پھر مدہوش کر دے گی اسی لیے فرمایا گیا من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کہ جس نے خود کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کی رب معرفت حاصل کر لی شیخ الشیوخ مولائے روم ابا مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے رشحات قلم سے منور مجموعہ، عشق و معرفت کا گنجینہ، "مثنوی معنوی شریف" کا سب پہلا شعر
بشنو از نے چوں حکایت می کند
از جدائیہا شکایت می کند
بانسری سے سن! کیا بیان کرتی ہے درد وجدائی کی (کیا) شکایت کرتی ہے
مزید فرماتے ہیں
ھر کسی کو دور ماند از اصلِ خویش
باز جوید روز گار وصلِ خویش
جو اپنی اصل سے دور ہو جاتا ہے وہ اپنے وصل کا زمانہ تلاش کرتا ہے

فقط
گُلِ عشق مفتی نعمان روحانی
بلّے شاہ روحانی ۹۶۳۴۸۵۵۲۴۵ خانقاہِ سفینۃ الاسلام
جامعہ قطبیہ روحانیہ، بگی شریف، ضلع رامپور، یوپی، الہند۔
۱۱/ فروری ۲۰۲۵

تعلیم اور مہربانی کی طاقت:

بریگیڈیئر ڈاکٹر مختار عالم
ایم ڈی

سلیم ایک پندرہ سالہ لڑکا تھا جو علی گڑھ ضلع کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتا تھا۔ اس کے والد، کلیم، ایک غریب کسان تھے جنہوں نے طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک سخت محنت کی، پھر بھی وہ بمشکل اپنے خاندان کا پیٹ پالنے کے لیے کافی کما سکے۔ جب بھی فصلیں ناکام ہوتیں یا غیر متوقع اخراجات ہوتے، کلیم کے پاس گاؤں کے ساہوکار، کروریمل سے قرض لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا تھا۔

کروریمل ایک امیر لیکن ظالم آدمی تھا۔ اس نے ہر قرض پر بہت زیادہ سود وصول کیا۔ کلیم ہر چھ ماہ بعد کتنا ہی ادا کر دیں، قرض کبھی کم ہوتا نظر نہیں آیا۔ اس کے بجائے، کروریمل مزید سود ڈالے گا اور مزید رقم کا مطالبہ کرے گا۔ وہ اکثر کلیم کے گھر آتا، اس پر شور مچاتا اور اس کی زمین کے چھوٹے ٹکڑے پر قبضہ کرنے کی دھمکی دیتا۔

سلیم دن بہ دن اپنے باپ کی تکلیف دیکھتا رہا۔ اس نے اپنی ماں کے چہرے پر پریشانی اور باپ کی آنکھوں میں بے بسی دیکھی۔ قرض کے بوجھ نے ان کے گھر کی خوشیاں چھین لی تھیں۔ سلیم ایک ذہین اور محنتی لڑکا تھا لیکن غربت نے اسے صحیح طریقے سے تعلیم جاری رکھنے سے روک دیا۔

ایک رات، اپنے خاندان کے دکھ کو مزید برداشت کرنے سے قاصر، سلیم نے ایک مشکل فیصلہ کیا۔ فجر سے پہلے وہ خاموشی سے گھر سے نکلا اور علی گڑھ شہر کے لیے بس میں سوار ہو گیا۔ اس کے پاس پیسہ نہیں تھا اور نہ ہی اندازہ تھا کہ مستقبل کیا ہے، لیکن وہ اپنی تقدیر بدلنے کے لیے پر عزم تھا۔

علی گڑھ پہنچنے کے بعد سلیم کام کی تلاش میں گلیوں میں گھومتا رہا۔ خوش قسمتی سے احمد نامی ایک مہربان پروفیسر سے ملاقات ہوئی۔ پروفیسر نے لڑکے کی ایمانداری اور سیکھنے کی لگن کو دیکھا۔ سلیم کی کہانی سن کر اس نے اسے ٹھہرنے کی جگہ پیش کی۔

"آپ گھر کے کاموں میں میری مدد کر سکتے ہیں،" پروفیسر نے کہا، "لیکن بدلے میں، میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ اپنی تعلیم جاری رکھیں گے۔"

سلیم کو اپنی خوش قسمتی پر یقین نہیں آتا تھا۔ وہ ہر روز محنت سے کام کرتا، پروفیسر کی مدد کرتا اور جب بھی وقت ملتا پڑھتا۔ پروفیسر نے اس کے ساتھ بیٹے جیسا سلوک کیا اور اسے بڑے خواب دیکھنے کی ترغیب دی۔

برس بیت گئے۔ سلیم نے اپنی اسکولی تعلیم بہترین نمبروں کے ساتھ مکمل کی۔ اس کے بعد اس نے انجینئرنگ کے داخلے کے امتحانات کی تیاری کی اور ایک باوقار بی ٹیک پروگرام میں داخلہ حاصل کیا۔ عزم، نظم و ضبط اور محنت سے اس نے اپنی پڑھائی میں کمال حاصل کیا۔

انجینئر کی حیثیت سے گریجویشن کرنے کے بعد سلیم کو ایک ملٹی نیشنل کمپنی نے پرکشش تنخواہ کے ساتھ ملازمت پر رکھا۔ اس نے خلوص نیت سے کام کیا اور تیزی سے صفوں میں اضافہ کیا۔ اگرچہ وہ شہر میں آرام سے رہتا تھا، لیکن اس نے اپنے والدین یا ان مشکلات کو کبھی نہیں بھلایا جو انہوں نے برداشت کی تھیں گھر چھوڑنے کے نو سال بعد، سلیم بالآخر اپنے گاؤں واپس آ گیا۔

جیسے ہی وہ گاؤں میں داخل ہوا، لوگوں نے پر اعتماد نوجوان انجینئر کو مشکل سے پہچانا۔ اس کے والدین خوشی سے چھا گئے۔ بیٹے کو گلے لگاتے ہوئے آنسو ان کے گالوں پر بہہ رہے تھے۔ ان کے برسوں کے دکھ اس لمحے غائب ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔

سلیم کو جلد ہی معلوم ہوا کہ کروریمل پر اس کے والد کا قرض ابھی باقی ہے۔ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے، اس نے پوری رقم واپس کرنے کے لیے کافی رقم جمع کی اور ساہوکار سے ملنے کے لیے نکلا۔

تاہم جب وہ کروریمل کے گھر پہنچے تو وہ چونک گئے۔ کبھی طاقتور اور مغرور آدمی اب کمزور اور بستر پر پڑا ہوا تھا۔ وہ کینسر کے مرض میں مبتلا تھا اور اس کی مناسب دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

گاؤں کے بہت سے لوگوں نے محسوس کیا کہ کروریمل اپنی قسمت کا مستحق ہے کیونکہ اس نے دوسروں کو پہنچایا تھا۔ لیکن سلیم نے کچھ اور سوچا۔ پروفیسر کی طرف سے سکھائی گئی ہمدردی اور معافی کی اقدار کو یاد کرتے ہوئے، اس نے اس کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا۔

سلیم نے ایک معروف کینسر سنٹر میں کروریمل کے علاج کا بندوبست کیا۔ اس نے تمام طبی اخراجات ادا کیے اور ذاتی طور پر اس بات کو یقینی بنایا کہ اسے مناسب دیکھ بھال ملے۔ مہینوں بعد، کروریمل کی صحت میں نمایاں بہتری آئی۔

تجربے نے اسے مکمل طور پر بدل دیا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ زندگی بھر کتنا خود غرض اور ظالم رہا ہے۔ پچھتاوے سے لبریز اس نے کلیم اور سلیم کو اپنے گھر بلایا۔

اس کی آنکھوں میں آنسو کے ساتھ، کروریمل نے اپنی تمام بداعمالیوں کے لیے دل سے معافی مانگی۔ اس نے کلیم سے غیر منصفانہ طور پر جمع کی گئی زیادہ تر رقم واپس کر دی اور وعدہ کیا کہ وہ کبھی بھی غریب دیہاتیوں کا استحصال نہیں کرے گا۔

اس دن سے، کروریمل ایک مہربان اور فیاض آدمی بن گیا۔ خاندانوں کے درمیان تلخی ختم ہو گئی اور وہ دوست بن گئے۔

ایک غریب کسان کے بیٹے سے ایک کامیاب انجینئر تک سلیم کے سفر نے پورے گاؤں کو متاثر کیا۔ اس سے بھی اہم بات، ایک ایسے شخص کے ساتھ اس کی مہربانی جس نے اپنے خاندان پر ظلم کیا تھا، سب کو ایک قیمتی سبق سکھایا۔

اخلاق: تعلیم کسی کی زندگی کو بہتر بنانے اور غربت پر قابو پانے کا سب سے طاقتور ذریعہ ہے۔ اتنا ہی ضروری ہے کہ غلط کاموں کا رحم اور ہمدردی سے جواب دیا جائے، کیونکہ اچھے اعمال سخت ترین دلوں کو بھی دوست بنا سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خاتون کے ساتھ حسن سلوک تھا جو روزانہ آپ پر کچرا پھینکتی تھی۔ جب بھی وہ اس راستے سے گزرتا تھا۔

نماز کو سیاست سے جوڑنا علم نہیں، بلکہ تعصب اور غلط فہمی کی عکاسی ہے

سید آصف امام کاکوی

آج میں یہ سطور ایک صحافی کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک مسلمان، ایک ہندوستانی اور ایک حساس شہری کی حیثیت سے لکھ رہا ہوں۔ دل اس وقت دکھتا ہے جب اسلام کی بنیادی عبادت، یعنی نماز کو سیاسی عینک سے دیکھا جاتا ہے اور کروڑوں مسلمانوں کی نیت پر سوال اٹھایا جاتا ہے۔ سابق عام آدمی پارٹی کے رہنما اور استاد اودھ اوجھا کا یہ بیان کہ "ملک کے مسلمان حکومت گرانے کے لیے نماز پڑھتے ہیں" نہ صرف حقیقت کے منافی ہے بلکہ اسلام، نماز اور مسلمانوں کی دینی زندگی کے بارے میں انتہائی سطحی معلومات کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ افسوس اس بات کا زیادہ ہے کہ یہ الفاظ ایک ایسے شخص کی زبان سے نکلے جو خود کو استاد کہلاتا ہے، جس کے ہاتھوں میں نوجوان نسل کے مستقبل کی ذمہ داری ہے۔ استاد کا منصب صرف معلومات دینا نہیں ہوتا، بلکہ کردار سازی کرنا بھی ہوتا ہے۔ اگر استاد ہی معاشرے میں شکوک، تعصب اور مذہبی غلط فہمیاں پیدا کرے تو پھر شاگردوں سے انصاف، برداشت اور رواداری کی امید کیسے کی جا سکتی ہے؟ نماز اسلام کا دوسرا عظیم ترین رکن ہے۔ مسلمان دن میں پانچ مرتبہ اپنے رب کے حضور صرف اس کی عبادت، حمد و ثنا، مغفرت، ہدایت اور رضا کے لیے سر جھکاتا ہے۔ نماز کسی حکومت کو گرانے، کسی جماعت کو جتوانے یا کسی سیاسی ایجنڈے کا ذریعہ نہیں، بلکہ بندے اور اس کے رب کے درمیان محبت، عاجزی اور بندگی کا مقدس رشتہ ہے۔ قرآنِ مجید صاف اعلان کرتا ہے بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ (سورۃ العنکبوت:۴۵) اگر کوئی شخص نماز کے فلسفے کو سمجھے تو وہ جان لے گا کہ نماز انسان کے اندر نفرت نہیں، بلکہ رحم پیدا کرتی ہے؛ تکبر نہیں، بلکہ عاجزی پیدا کرتی ہے؛ فساد نہیں، بلکہ اصلاح پیدا کرتی ہے۔ ہندوستان کا مسلمان نماز میں اپنے والدین، اپنی اولاد، اپنے اہلِ خانہ، اپنے پڑوسیوں، اپنے وطن اور پوری انسانیت کے لیے خیر، سلامتی اور امن کی دعائیں مانگتا ہے۔ یہ کہنا کہ کروڑوں مسلمان کسی حکومت کو ہٹانے کے لیے نماز ادا کرتے ہیں، نہ اسلام کی تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہے اور نہ ہی عقل و شعور سے۔ افسوس اس بات کا بھی ہے کہ آج کل کچھ لوگ شہرت حاصل کرنے کے لیے مذہبی جذبات کو موضوع بنا لیتے ہیں۔ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایسا بیان سوشل میڈیا پر وائرل ہوگا، ٹی وی مباحثوں میں جگہ ملے گی اور ان کا نام خبروں میں آئے گا۔ لیکن جو شہرت دوسروں کے مذہبی جذبات کو مجروح کر کے حاصل ہو، وہ عزت نہیں بلکہ وقتی شور ہوتا ہے۔ میرا سوال صرف اتنا ہے کہ اگر کسی مسلمان عالم یا استاد نے کسی دوسرے مذہب کی عبادت کے بارے میں ایسی ہی غیر ذمہ دارانہ بات کہی ہوتی، تو کیا ملک بھر میں ہنگامہ نہ مچ جاتا؟ کیا ٹی وی چینل دن رات بحث نہ چلاتے؟ کیا قانونی کارروائی کا مطالبہ نہ ہوتا؟ پھر ہر مذہب کے لیے ایک ہی معیار کیوں نہیں؟ ہندوستان کا آئین ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اپنی عبادت آزادی سے انجام دینے کا حق دیتا ہے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ ہر مذہب کی عبادت گاہ، ہر مذہبی رسم اور ہر عقیدے کا احترام کیا جائے۔ اختلافِ رائے جمہوریت کا حسن ہے، لیکن عبادت کا مذاق اڑانا یا اسے سیاست سے جوڑنا کسی بھی مہذب معاشرے کی علامت نہیں۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ ہمیں جواب نفرت سے نہیں بلکہ علم، دلیل اور اخلاق سے دینا چاہیے۔ اسلام نے ہمیں صبر، حکمت اور بہترین انداز میں بات کرنے کی تعلیم دی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم لوگوں کو نماز کی حقیقت سے آگاہ کریں، نہ کہ نفرت کا جواب نفرت سے دیں۔ آج ملک کو ایسے اساتذہ کی ضرورت ہے جو نوجوانوں کو محبت، آئینی اقدار، رواداری اور سچائی کا سبق دیں۔ اگر استاد ہی معاشرے میں تقسیم کی زبان بولنے لگے تو آنے والی نسلوں کا مستقبل خطرے میں پڑ جائے گا۔

میری عاجزانہ گزارش ہے کہ کسی بھی مذہب پر تبصرہ کرنے سے پہلے اس کی بنیادی تعلیمات کو ضرور سمجھا جائے۔ اسلام کو مسلمانوں سے، نماز کو نمازیوں سے اور قرآن کو اہلِ علم سے سمجھے بغیر رائے قائم کرنا انصاف نہیں۔ آخر میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ نماز سیاست نہیں، عبادت ہے؛ احتجاج نہیں، بندگی ہے؛ نفرت نہیں، رحمت کا پیغام ہے۔ جو پیشانی دن میں پانچ مرتبہ اللہ کے حضور جھکتی ہے، وہ کسی اقتدار کے لیے نہیں بلکہ اپنے رب کی رضا کے لیے جھکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو نفرت سے پاک کرے، ہمیں ایک دوسرے کے عقائد کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے وطن ہند کو ہمیشہ امن، محبت، بھائی چارے اور انصاف کا گہوارہ بنائے۔

سید آصف امام کاکوی
سینئر صحافی

جس نے برا کیا اس کے ساتھ اچھا کرو

محمد سراج عظیم نئی دہلی

وہ جب چھوٹا تھا۔ بہت ذہین تھا اس میں بڑا ہو کر اونچا مقام اور بہت بڑا آدمی بننے کا جذبہ تھا۔ وہ پڑھنا چاہتا تھا۔ اس کا داخلہ ایک مشنری کے اسکول میں کرایا گیا تھا۔ اس اسکول کی فیس بہت کم تھی، وہ غریب گھرانے کا بچہ تھا، پھر کالا بھی تھا۔ اس لئے اسے گوری نسل کے ٹیچروں سے نفرت اور تعصب کا روز ہی سابقہ پڑتا تھا۔ اس کے ساتھ کلاس میں جتنے سیاہ فام بچے تھے۔ ان سب کو سب سے پیچھے بینچوں پر بٹھایا جاتا، جبکہ گورے بچوں کے لئے میز کرسیاں ہوتیں۔ اس کو یہ سب بہت برا لگتا وہ کڑھتا رہتا، وہ سوچتا رہتا ہمارے اندر کیا کمی ہے، یہ گورے لوگ ہمارے ساتھ یہ فرق کیوں کرتے ہیں۔ سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی۔ اگر کوئی گورا بچہ ٹیچر کے سوال کا صحیح جواب نہ دے پاتا، اسی سوال کا صحیح جواب اگر کوئی کالا بچہ دیتا تو اس کی پٹائی ہوتی۔ یہ عجیب بات تھی، بالکل انسانیت کے خلاف۔ وہ سوچتا ایسا کیوں ہے۔ یہ ناانصافی کیوں؟ غلط جواب گورے بچے نے دیا تو سزا اسے ملنا چاہئے۔ جو صحیح جواب دیتا ہے اسے شاباشی ملنا چاہئے۔

ایک دن کلاس میں گورے ٹیچر نے سوال کیا۔ ہمیشہ کی طرح ٹیچر نے پہلے گورے بچوں سے پوچھا۔ کوئی بھی صحیح جواب نہیں دے پایا۔ تب ٹیچر نے کالے بچوں سے پوچھا۔ بچے پٹائی ہونے کے ڈر سے ڈرے ہوئے تھے۔ کسی نے جواب نہیں دیا۔ تب یہ بچہ کھڑا ہوا اور صحیح جواب دیا۔ ٹیچر نے اس کو بلایا اور چھڑی سے مارنا شروع کیا۔ اس بچے نے ٹیچر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔ "سر میں نے صحیح جواب دیا، تو مجھے آپ کیوں سزا دے رہے ہیں۔ سزا تو ان کو ملنا چاہئے جو صحیح جواب نہیں دے سکے" اس نے گورے بچوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ تم لوگ کالے اور گندے ہو، ہم سے کمتر ہو۔ تمہاری ہمت کیسے ہوتی ہے کہ تم اس اسکول میں پڑھو۔ تم کالے کتے گورے بچوں کی برابری نہیں کرسکتے۔ تم ہمارے غلام ہو ہماری خدمت کرنے کے لئے۔" ٹیچر نے یہ کہتے ہوئے اس کو اور شدت سے بری طرح پیٹنا شروع کر دیا۔ وہ خاموشی سے پٹتا رہا۔ جب ٹیچر تھک گیا تب اس نے کالے بچے کو لات مار کر کلاس سے باہر دھکا دے دیا۔ وہ فرش پر گر گیا۔ سامنے میدان تھا۔ اس کے بہت درد تھا اور وہ غصے میں بھرا ہوا تھا۔ اس نے میدان میں سے ایک پتھر اٹھایا اور کلاس میں تیزی سے گھس کر پتھر ٹیچر کے سر پر مار دیا۔ ٹیچر کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا، وہ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

پتھر مار کر وہ بچہ وہاں سے بھاگ گیا۔ وہ اپنے گھر بھی نہیں گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کے گھر پولس آئے گی۔ ہوا بھی وہی پولس اس کے گھر آئی۔ وہ نہیں ملا۔ اس دن اس نے پوری رات جنگل میں گذاری۔ صبح ہوتے ہی پیدل وہ دوسرے شہر کی طرف چل دیا اور کالے لوگوں کے چرچ میں جا کر چھپ گیا۔ اتفاق سے وہاں اس کے والد نے اسے ڈھونڈ لیا اور خاموشی سے کالے لوگوں کے چرچ کے اسکول میں اس کا داخلہ پھر سے کرا دیا۔ وہ وہاں پڑھتا رہا اور ہائی اسکول پاس کر کے ایک کالج میں الیکٹرانک میں داخلہ لے لیا۔ اس کا الیکٹرانک گریجویشن پاس کر کے انجینیئر بننے کا ارادہ تھا۔ مگر وہ اپنی قوم پر گوروں کا ظلم برداشت نہیں کرپاتا تھا۔ کالج میں بھی اس کی ایک گورے لیکچرر سے لڑائی ہو گئی۔ اس نے اپنی پڑھائی بیچ میں چھوڑ دی۔

اسی درمیان ہندوستان میں انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد شروع ہو گئی۔ ہندوستان میں بھی انگریزوں کا ظلم بڑھ گیا تھا۔ ہندوستان میں آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے والوں میں گاندھی جی بھی شامل تھے۔ انھوں نے اپنے ملک کے لوگوں کو اہنسا یعنی عدم تشدد کا نعرہ دیا تھا کہ ہم اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے اہنساوادی ستیہ گرہ کریں گے۔ وہ نوجوان گاندھی جی کے عدم تشدد کے فلسفہ سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے بھی اپنے کچھ ہم خیال دوستوں کے ساتھ ملکر ایک سوسائٹی بنائی جو اپنے ملک کی آزادی کے لئے عدم تشدد کے راستے پر چل کر جدوجہد کرے۔ وہ جگہ جگہ جلسے کرتے میٹنگز کرتے۔ اس میں تقریریں ہوتیں۔ حکومت کے خلاف باتیں ہوتیں۔ ان کی خبریں اخبارات میں چھپتیں۔ سوسائٹی کے لوگ حکومت کے خلاف مقدمے دائر کرتے، جلوس نکالتے، احتجاج کرتے مگر عدم تشدد کے راستے پر چلتے۔ حکومت کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔ بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کو راحت دیتی اس نے سختی اور لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

وہ نوجوان سمجھ گیا کہ یہ گورے عدم تشدد کی زبان سے نہیں سمجھیں گے۔ اس نے دوبارہ پھر سے تخریب کاری کا راستہ اپنا لیا۔ اس کے سارے ساتھی گرفتار ہو چکے تھے۔ وہ الیکٹرانک انجینئر تو نہیں بن پایا مگر بم بنانے لگا۔ اور اس نے کئی سرکاری عمارتوں کو اپنے بنائے ہوئے بموں سے اڑا دیا۔ اس میں ایک سگنل ٹاور، اناج کا گودام، بجلی گھر اور بینک شامل تھے۔ وہ بہت ہوشیاری سے یہ کام کرتا اگر ایک جگہ بم بلاسٹ کرتا تو دوسرا اس جگہ سے دور جہاں کسی کی نظر نہ پہنچی ہو۔ حکومت اس کو گرفتار کرنے میں ناکام تھی، کیونکہ اس کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ گورنمنٹ نے اس پر انعام کا اعلان کیا۔ آخر کار وہ گرفتار ہو گیا۔ اس پر مقدمہ چلا۔ جج نے اسے سزا سنائی کہ مرنے تک اس کو قید میں رکھا جائے۔ حکومت کا اس کے بارے میں یہ خیال تھا کہ وہ چالاک اور شاطر ہے۔ اس لئے اس کے لئے جیلیں بدلتی رہتیں۔ اس کے گرد بہت سخت پہرہ رہتا۔ جیل کا اسٹاف اس پر بہت ظلم کرتا۔ اس کو تپتی دھوپ میں بھوکا پیاسا کھڑا رکھا جاتا۔ اس کو پولس والے اور جیل کا اسٹاف لات گھونسوں اور بوٹوں سے مارتے جب وہ زخمی اور بے ہوش ہو جاتا چھوڑ دیا جاتا۔ اس کی جیل کی کوٹھری بہت چھوٹی تھی جو دس فٹ لمبی اور چار فٹ چوڑی تھی۔ اس میں ایک چھوٹی سی لوہے کی مضبوط کھڑکی تھی۔ اس پر گوروں کی حکومت نے بہت ظلم کئے اس سے کہا جاتا اگر تم یہ اپنے ملک کو آزاد کرانے کا ارادہ ترک کر دو تو تم آزاد کر دئے جاؤ گے۔ مگر وہ یہی کہتا میں ایک دن تم سے اپنے ملک کو آزاد کرا کے رہوں گا ورنہ جیل میں ہی مر جاؤں گا۔ وہ ایک جیل میں پہنچایا گیا۔ وہاں ایک گارڈ بہت ظالم اور سفاک تھا۔ وہ اس کو بے تحاشا ڈنڈوں اور لات گھونسوں سے مارتا جب وہ بے ہوش ہو کر گرنے لگتا اور پانی مانگتا تب وہ اس کے سر پر پیشاب کر دیتا۔ لیکن وہ ہمت نہیں ہارا اور گوروں کے سامنے نہیں جھکا۔

آخر وہ دن بھی آیا کہ اس قیدی کا صبر اور ہمت کام آئی اور ستائیس سال بعد اس کو رہائی مل گئی۔ پورے ملک میں اس کے آزاد ہونے پر جشن منایا گیا۔ دنیا میں اس کی خبریں چھپیں وہ دنیا میں سب سے زیادہ جیل میں رہنے والا قیدی کے نام سے مشہور ہوا جو اپنے ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کرتا رہا۔ مگر وہ اپنے مقصد کو نہیں بھولا۔ جیل سے چھوٹنے کے بعد اس نے پھر آزادی کی تحریک چلائی۔ اس وقت پورا ملک اس کے ساتھ تھا۔ گوروں کو اب آزادی کے متوالے کالوں کو قابو میں کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ ایک دن وہ آیا جب گوروں نے مجبور ہو کر اس ملک کی باگ ڈور کالوں کو سونپ دی۔ ملک آزاد ہو گیا اور لوگوں نے اس قیدی کو اپنے ملک کا پہلا کالا صدر بنا دیا حالانکہ وہ صدر نہیں بننا چاہتا تھا مگر لوگ نہیں مانے۔ اس لئے اس کو لوگوں کی خواہش کا احترام کرنا پڑا۔

ایک دن وہ اپنے کسی دورے پر نکلا ہوا تھا۔ راستے میں ایک گاؤں پڑا دوپہر کا وقت تھا۔ صدر کو بھوک بھی لگ رہی تھی۔ اس نے ایک ڈھابے پر اپنا قافلہ رکوا دیا۔ ڈھابے والا اور وہاں بیٹھے سارے لوگ خوش ہو گئے۔ اس نے اپنے کھانے کا آرڈر دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے سیکیوریٹی آفیسر کو بلا کر ڈھابے کی ایک جانب اشارہ کر کے کہا اس شخص کو یہاں میری ٹیبل پر بلا لاؤ اس سے کہنا اپنا کھانا لیکر یہاں آجائے اور ہمارے ساتھ کھانا کھائے۔ وہ شخص آگیا۔ وہ صدر کے سامنے بیٹھ گیا، اور کھانا کھانے لگا مگر وہ جتنی دیر کھانا کھاتا رہا اس کے ہاتھ کانپتے رہے۔ پھر وہ چلا گیا۔ سیکیورٹی آفیسر نے صدر سے کہا سر لگتا ہے یہ شخص بہت بیمار تھا اس وجہ سے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اس کی حالت بھی کچھ اچھی نہیں تھی۔

صدر سیکیورٹی آفیسر کی بات سن کر بہت دھیمے لہجے میں بولے۔ نہیں یہ بیمار نہیں تھا۔ بلکہ بے انتہا ڈرا ہوا تھا۔ میں جس جیل میں بند تھا یہ وہاں گارڈ تھا اور میرے اوپر شدید تشدد کیا کرتا تھا۔ جب میں بے ہوش ہونے لگتا اور پانی مانگتا تو یہ میرے سر پر پیشاب کر دیتا تھا۔ اب اس کے ہاتھ اس وجہ سے کانپ رہے تھے کہ میں صدر ہو گیا ہوں تو یہ سمجھ رہا تھا، شاید میں اس سے انتقام لوں گا۔ وہی سلوک اس کے ساتھ کروں گا جو یہ میرے ساتھ کرنے کا عادی تھا۔ مگر انتقام لینے کا جذبہ قوموں کی تعمیر میں مدد کرنے کے بجائے بربادی کی طرف لے جاتا ہے۔ لیکن صبر اور صلہ رحمی کا جذبہ قوموں کی تعمیر میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

اس کے بعد اس سیاہ فام صدر نے انسانیت کے لئے ایک تاریخ ساز جملہ ادا کیا

"کمزور شخصیت کے لوگ معاف کرنے میں تاخیر سے کام لیتے ہیں۔ مگر مضبوط کردار کے لوگ معاف کرنے میں دیر نہیں لگاتے۔"

جانتے ہیں یہ اپنے ملک و قوم کی آزادی کے جذبے سے سرشار بچہ، ستائیس سال تک جیل میں جبر و تشدد برداشت کرنے والا قیدی، اپنے اوپر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑ دینے والے گارڈ کو معاف کر دینے والا سیاہ فام صدر کون تھا؟

یہ ساؤتھ افریقہ کے بلند قامت، قید و بند کی ستائیس سال تاریخ کی سب سے لمبی جیل میں عمر گزارنے اور زندگی میں مضبوط ارادوں سے پر کردار والی شخصیت "نیلسن منڈیلا" تھے۔

آؤ، لوٹ چلیں پیچھے کی طرف

انجینئر محمود اقبال (6309727951)

وہ کاغذ کی کشتی، وہ بارش کا پانی
بڑی خوبصورت تھی وہ زندگانی

کیا آپ آگے آگے ہی دیکھ رہے ہیں یا کبھی پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھنے کی زحمت بھی گوارا کی ہے؟ ہم آپ کو آگے دیکھنے یا چلنے سے منع کرنے کی جسارت نہیں کرسکتے، صرف آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے تیز رفتار زمانہ کے پیچھے بھاگتے بھاگتے کیا کچھ کھو دیا ہے، اور کیا پایا ہے؟ آگے آگے کی دنیا ہمیں بھی بڑی خوبصورت، روز بروز ترقی پذیر اور سہانی سہانی نظر آرہی ہے۔ یہ تیز رفتار ترقی کا زمانہ ہے۔ سائنٹسٹ اور ٹکنالوجسٹ آگاہ کر رہے ہیں کہ یہ صرف کائنات نہیں، بلکہ کائنات در کائنات ہے۔ آئی ٹی کا دور ہے، مصنوعی ذہانت کا دور دورہ ہے۔ یہاں بحث کا یہ موضوع مطلق نہیں ہے۔ بس ذرا ماضی میں جھانک کر یہ سبق حاصل کرنا ہے کہ زمانہ کے پیچھے دوڑتے دوڑتے ہم نے کیا کچھ کھو دیا ہے اور کیا گنوا رہے ہیں۔ یقیناً آپ نے اپنے دادا، دادی، نانا اور نانی اور دیگر بزرگوں کو ضرور دیکھا ہو گا۔ کیسی صحت تھی؟ کتنی عمر تھی انتقال (خدانخواستہ) کے وقت؟ اگر آج ہم اپنے آپ کو ان سے موازنہ کر کے دیکھیں تو ان کے سامنے کچھ بھی نظر نہیں آتے ہیں۔ نہ ہی عمر میں اور نہ ہی صحت میں۔ پوچھیں کیوں؟ جواب آپ کو بھی پتہ ہے اور ہمیں بھی۔ بس ذرا سوچنے کا وقت نکالنا ہے۔ اور وقت ہے کہ تیزی سے بھاگا جا رہا ہے اور ہماری عمروں اور صحتوں کا امتحان لے رہا ہے۔ وقت مطلق نہیں رکے گا اور نہ ہی ہمیں 'وقت' دیگا۔ کچھ وقت کے لئے ہمیں ہی رکنا پڑیگا کہ آخر میری صحت کیوں دن بدن بگڑتی جا رہی ہے؟ جوانی ہی میں بال کیوں سفید ہوتے جا رہے ہیں؟ جم میں کیوں نوجوان بیہوش ہو کر گر رہے ہیں؟ اور بعض تو عین جوانی ہی میں ہارٹ اٹیک سے دم توڑ رہے ہیں۔ مائیں کیوں نارمل ڈیلوری سے محروم ہوتی جا رہی ہیں؟ آج کل لگتا ہے ہر دوسرا تیسرا بچہ سیزرین ڈیلوری سے پیدا ہو رہا ہے۔ کیوں؟ کیا ہم بھی اسی طرح پیدا ہوئے تھے؟ مستورات میں بانجھ پن کیوں بڑھ رہا ہے؟

بہت پہلے کی بات ہے آنجہانی وزیر اعظم آئی کے گجرال جی نے ہماری آٹو گراف بک میں ایک خوبصورت جملہ لکھا تھا؟

'زندگی خوبصورت ہے، اسے خوب تر بناؤ'۔ خوب سے خوب تر کی جستجو میں ہم آج بھی سرگرداں ہیں، لیکن ہمیں اپنی نہیں بلکہ مستقبل کے بچوں کی فکر ہے۔ بقول منظر بھوپالی

ہم نے جس طرح گزری زندگی گزاری ہے
نسل نو کے متوالو، اب تمہاری باری ہے

آپ کو پتہ ہے آج کل کے نام نہاد ترقی پذیر زمانہ میں کونسی تجارت زیادہ پھل پھول رہی ہیں؟ جی ہاں، صحیح سوچا آپ نے۔ ہوٹلس، کارپوریٹ ہاسپٹلس اور اسکولس۔ ہاں یاد آیا، ایک اور بزنس ہے جو چپکے چپکے اپنے پیر پھیلا رہا ہے۔ کیا آپ نے پہلے کبھی سنا تھا اولڈ ایج ہوم کا نام؟ کیا آپ کی گلی میں بھی کھل گیا ہے؟ اگر کھل گیا ہے تو مطلق تعجب نہیں کیجیے گا۔ اللہ نہ کرے کبھی آپ کو ان کے دروازوں پر دستک دینے کی نوبت آئے۔ لیکن اب یہ دھیرے دھیرے آباد ہونے لگے ہیں۔ وجہ؟ بعض بے ادب اور نافرمان اولادیں؟ جو اپنے بوڑھے ماں باپ کو چھوڑ کر 'باہر' یا اپنا الگ گھر بسا رہے ہیں؟ تعداد کم کم ہے، لیکن شروعات ہو چکی ہیں۔

ہوٹلیں ہیں کہ پورے شہر میں مشروم کی طرح کھلتی جا رہی ہیں، اور رہی سہی کسر 'مسٹر زوماٹو اور سوگی بھائی' نے پوری کر دی ہے۔ زعفرانی مٹن بریانی، کیک پیسٹری ایسے کونسے کھانے اور لوازمات نہیں، جو ہمارے دسترخوانوں تک اسمارٹ فون پر کلک کرتے ہی نہیں پہنچ رہے ہوں؟ چلے گئے وہ زمانے جب مائیں بڑے چاؤ سے اپنے نونہالوں کو نہلا دھلا کر، کھلا پلا کر اسکول بھیجا کرتی تھیں۔ لیکن آج کل کی کچھ نئی نویلی دلہنیں، بہویں اور شہزادیاں گھروں میں کھانا کم کم ہی بنا رہی ہیں۔ باہر کا کھانا کھا کھا کر دنیا بھر کی بیماریاں ہمارا پیچھا کر رہی ہیں اور کارپوریٹ ہاسپٹلس کی چاندی ہو رہی ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ مینجمنٹ اور ڈاکٹرس کی نظریں مریض کی نبض پر کم اور اسکے بینک بیلنس پر زیادہ ہوں؟ سچ ہے نا؟ ایک آدھ ٹیسٹ کی ضرورت ہو تو بھی دس بارہ لکھ جا رہے ہیں تاکہ پیسہ بنے۔ اب یہ بات کسے سے مخفی نہیں رہی کہ کارپوریٹ ہاسپٹلس اور ڈیگنوسٹکس سنٹرس میں سازباز اور ملی بھگت چل رہی ہے کہ کیسے مریضوں کو لوٹا جایے۔ اب یہ بزنس سے زیادہ 'دھندا' نظر آنے لگا ہے۔ ہاسپٹلس کے بعد پرایویٹ اسکولس اوسط گھرانوں پر اضافی بوجھ بن چکے ہیں۔ بچوں کی تعلیم مہنگی سے مہنگی تر ہوتی جا رہی ہے۔

بھلا ہو پرانے زمانہ کے اداکار جتندر کی بیٹی ایکتا کپور کا کہ ٹی وی پر ایک سے ایک بڑھ کر سیریلس جن کی وجہ سے گھروں کا ماحول بگڑتا جا رہا ہے۔ 'ساس، بہو اور سازش یا نہیں تو 'وہ'؟ وہ، بوایے فرینڈ؟ ہر گھر میں ٹی وی، دنیا بھر کے چینیلس، گھروں کا ماحول بگڑے گا نہیں تو اور کیا ہو گا؟ پہلے کے زمانہ میں مائیں اور ساسیں اپنی بہو بیٹیوں کا اپنے ہاتھوں سے 'سولہ سنگھار' کرتی تھیں لیکن آج کل کی کچھ کچھ ماڈرن دوشیزائیں بیوٹی پارلر سے سج دھج کر آتی ہیں۔ سیلفی بنا کر سوشل میڈیا پر لوڈ کرتی ہیں، سہیلیوں اور بوائے فرینڈ کے سامنے اتراتی ہیں۔ اگر شادی شدہ ہے تو شوہر کی بانہوں تک پہنچتے پہنچتے باسی سنگار؟ نقلی اور کیمیکلز سے آلودہ میک اپ دنیا بھر کی جلد کی بیماریوں کا سبب بنتا جا رہا ہے۔ نوجوان لڑکوں ور لڑکیوں کی شادیاں امیر ماں باپ کے لیے فضول خرچی کا بہانہ اور رات دیر گئے تک کھانا پینا، مہنگے مہنگے شادی خانے، ڈی جیاور ناچ گانا؟ صبح کاذب تک؟ غریب ماں باپ کیا کریں؟ بقول شاعر۔

باپ بوجھ ڈھوتا تھا، کیا جہیز دے پاتا
اس لیے وہ شہزادی آج تک کنواری ہے

'انکل سام' یعنی صدر امریکہ نے انڈیا پر پچاس فیصدی ٹیرف لگادی ہے۔ ٹی وی پر بڑے بڑے سیانے، اکانومسٹ، نام نہاد پترکار، پروفیسرس اور پولیٹیکل انالایسٹ کی گفتگو سن کر ہم انگشت بدنداں ہیں۔ چینلس پر بیٹھ کر گویا ہیں کہ بدلہ میں یہ کریں، وہ کریں۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔ لیکن ہم؟ خوشی سے پھولے نہیں سما رہے ہیں۔ پتہ ہے کیوں؟ سویدیشی سے دیسی، یعنی 'خود مکتفی ہندوستان' 'آؤ لوٹ چلیں پیچھے کی طرف'؟ اوپر والے کی طرف سے ہمیں یہ غیبی مدد نظر آرہی ہے کہ ہم پھر سے اپنا گھر اور معاشرہ درست کریں؟ آنجہانی وزیر آعظم پی وی نرسمہاراؤ جی نے باہر کے ملکوں کے لیے ہندوستان کی منڈیاں کھول دی تھیں۔ ہندوستان کی معیشت اور ثقافت پر تب ہی سے منفی اثرات پڑنے لگے تھے۔ دنیا بھر کے فرسودہ اور مضر صحت دوائیں، کھانے پینے کی اشیاء ہمارے گھروں میں وارد ہونے لگی تھیں۔ امریکن اور یورپی خورد و نوش کی اشیاء پر تو آج بھی روس میں پابندیاں عاید ہیں۔ پھر ہم کیوں جھیلیں اور متاثر ہوں؟ اچھا ہوا، یہ بلائیں اب ٹلنے والی ہیں۔ اور ہم 'امول دودھ پیتا ہے انڈیا'، برگر اور میکڈونلڈ وغیرہ سے پیچھا چھڑا پائیں گے؟

کیا ہم صرف امریکہ ہی کو اپنا مال بیچ کر دنیا کی تیسری بڑی معیشت بن سکتے ہیں؟ دنیا میں اور بھی دیش ہیں جہاں ہندوستانی اشیاء کی بڑی مانگ ہے۔ دیر سے سہی لیکن پردھان منتری مودی جی نے بھی اپنی 'چپی' توڑدی ہے اور اپنے دیش واسیوں کو مشورہ دیا ہے کہ

'سویدیشی سے دیسی'، یہی بات تو گاندھی جی نے بھی کہی تھی؟ وقت آگیا ہے کہ اب ہم خورد و نوش کی درآمدی اشیاء سے 'توبہ توبہ' کریں۔

قرض، قرض.........؟ کتنے ملین، بلیین ڈالر کا قرض ہے وطن عزیز پر؟ غالب کہتے تھے

قرض کی پیتے تھے مے اور سمجھتے تھے کہ،
ہاں رنگ لاوئے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

ڈونلڈ ٹرمپ امریکہ کو قرض سے نکالنے میں جٹے ہوئے ہیں اور ملکوں ملکوں پر ٹیرف کی بوچھاڑ کر رہے ہیں۔ کیوں نہ مودی جی بھی وطن عزیز کو قرض سے نکالنے کی منصوبہ بندی کریں؟ ۲۰۴۷ میں ہندوستان نے دنیا بھر کا 'وشواگرو' بننے کا خواب دیکھا ہے۔ خواب کی تعبیر کے لیے احتیاطی تدابیر اور منصوبہ بندی بھی تو ضروری ہے نا؟

معافی چاہتا ہوں بات چل رہی تھی 'پیچھے کی طرف لوٹ چلنے' کی اور بیچ میں مسٹر ٹرمپ اور مودی جی آگئے۔ 'بڑی خوبصورت تھی وہ زندگانی' زندگی کو ہم دوبارہ سے خوبصورت اور پر سکون بنا سکتے ہیں۔ وہ کیسے؟ سب سے پہلے تو ہمیں اپنے گھروں کی رسوی سے پلاسٹک کی بنی تمام اشیاء کو باہر نکال پھینکنا پڑیگا۔ (کیمکلس آلودہ اور مضر صحت)۔ باہر کے کھانوں کا کم سیکم آرڈر۔ زوماٹو اور سوگی والوں کو 'ٹاٹا، ٹاٹا' کہنا پڑیگا۔ جم جانے کے بجائے گھروں میں ہی ہلکی پھلکی ورزش، چہل قدمی اور یوگا کی عادت ڈالنی ہوگی۔ سن باتھ؟ گھر کے پکے ہوئے کھانوں کو ترجیح دینی ہوگی۔ طرح طرح کی بیماریوں سے بچنا ہوگا اور کارپوریٹ ہاسپٹلس کی لوٹ مار سے 'توبہ توبہ'۔ جہاں تک ہو سکے دیسی علاج پر توجہ زیادہ بہتر ہے۔ نیچروپیتھی، یونانی، ہومیوپیتھک اور ایورودک وغیرہ وغیرہ۔ پرانے آزمودہ نسخے باپ دادا کے؟ یہی علاج تو ہمارے بزرگ بھی کروایا کرتے تھے اور اسی اسی نوے نوے کی صحت مند عمریں جیتے تھے۔ آلودہ پانی اور آلودہ ہواوں سے بچنا ہو گا۔ شہروں کی زندگی سے تو اب گاؤں کی زندگی زیادہ بہتر نظر آنے لگی ہے۔ لیکن شہر بھی تو نہیں چھوڑ سکتے ہیں نا؟ روزگار جو لگا ہوا ہے؟ لیکن ہفتہ میں کم از کم ایک بار چھٹی کے دن شہر کے باہر، کسی ندی کے کنارے، تالاب کے کٹے پر، باغوں میں، جنگلوں میں سہی، اگر اللہ توفیق دے تو اپنے نجی فارم ہاوز پر اپنے بال بچوں کے ساتھ کچھ وقت گزار سکتے ہیں نا؟ ہفتہ میں کم از کم ایک دن مختلف سہی؟ یعنی، قدرتی زندگی؟ پکنک سہی؟ ایسے لگتا ہے کہ اس وسیع تر کائنات در کائنات میں اللہ تعالی کی جو مخلوق 'مصنوعی زندگی' گزار رہی ہے وہ صرف 'اشرف المخلوقات' یعنی انسان ہی ہے۔ سنتے آئے ہیں کہ ماں کی گود اپنے بچہ کا پہلا مدرسہ ہوتی ہے۔ لیکن اب ایسے لگ رہا ہے کہ اس کی جگہ 'نرسری' نے لے لی ہے۔ ماں کا دودھ اب شیر خواروں کو کم کم ہی نصیب ہو رہا ہے؟ لگتا ہے اسکی جگہ 'امول دودھ، نپل اور بوتل' نے لے لی ہیے۔ نتیجہ؟ غیر صحت مند بچوں کی پرورش۔ چار پانچ سال کی عمر کے بچوں کی آنکھوں پر بھی اب نمبر کے چشمے نظر آنے لگے ہیں۔ وجہ؟

سرکاری اسکول اب بہتر ہونے لگے ہیں۔ نام نہاد پرایویٹ اسکولوں کا اب 'نام بڑا درشن چھوٹا' والا حساب ہو گیا ہیے۔ پرائیویٹ اسکولوں میں ہزاروں لاکھوں روپیے کی فیس وصول کی جا رہی ہیے، لیکن پھر بھی ماں باپ بچوں کو ٹیوشن پڑھانے پر مجبور ہیں۔ ایک شناسا لیڈی ٹیچر نے ہمیں بتایا تھا کہ انہوں نے ایسے ہی ایک اسکول میں ماہانہ دس ہزار روپئے کی تنخواہ کے وعدہ پر پانچ مہینہ تک نوکری کی اور جب ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملی تو مایوس ہو کر نوکری چھوڑ دی اور گھر پر ٹیوشن پڑھا کر کچھ نہ کچھ کما رہی ہیں۔ وقت آگیا ہے کہ ان نام نہاد اسکولوں کو 'بائے بائے' کہا جائے جن کے لاکھوں روپیے کے اشتہارات اخباروں میں کامل صفحہ پر چھپتے ہیں۔

علامہ اقبال نے ایک انقلابی شعر کہا تھا

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

اس شعر کی وسیع تر تشریح میں 'کھیت' اور 'دہقاں' زندگی کے ہر شعبہ حیات میں نظر آتے ہیں۔ چونکہ ایک کامیاب شاعر 'سمندر کو کوزہ میں بند کرتا ہے' ہمارے اعلی دماغ کیوں نقل مکانی پر مجبور ہیں؟ انگریزی میں اسے 'برین ڈرین' کہا جاتا ہے۔ 'اعلی دماغ زرخیز کھیتی ہی تو ہیں نا؟ آج کل امریکہ کی بڑی بڑی کمپنیوں کے 'سی ای اوز' انڈو۔ امریکی ہیں۔ اور یہ بات صدر امریکہ ڈونلڈ ٹرمپ کو بہت کھل رہی ہے۔ مودی جی کو چاہیے کہ وہ اپنے مایہ ناز سپوتوں کو دوبارہ سے ہندوستان واپس آنے پر آمادہ کریں اور بڑی ذمہ داریاں دے کر ملک و قوم کی خدمت کی صلاح دیں، جہاں انہیں دولت کے علاوہ محبت اور عزت بھی ملے گی۔

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
کہ میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

☆☆☆

قارئین کرام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید واثق بخیر ہوں گے ہمالیہ کی وادی سے نکلنے والا یہ ہفت روزہ نیپال اردو ٹائمز جو ملک میں اردو ادب اور اردو صحافت کے لیے سرگرم عمل ہے حالیہ شمارہ نمبر ۹۸ آپ کے ہاتھوں میں ہے ان شا اللہ عزوجل نیپال اردو ٹائمز کے سو شمارے پورے ہونے پر نیپال اردو ٹائمز کی ادارتی ٹیم خصوصی شکریہ کے لیے خصوصی ضمیمہ کا اعلان کرتی ہے، یہ شمارے 30 جولائی 2026 کو ان شا اللہ اشاعتی مرحلے سے گزرے گا، قارئین کرام کے ہم شکر گزار ہیں کہ تقریبا ڈھائی سال سے نیپال اردو ٹائمز کے ساتھ آپ کی دعائیں شامل ہیں اور نیپال اردو ٹائمز کی ادارتی ٹیم حتی الامکان ملک میں اپنی شناخت بنانے میں کامیاب رہی ہے، امید کرتے ہیں کہ آپ کا ساتھ یوں ہی ہمارے ساتھ رہے گا اور آپ کی دعائیں ہمیں ملتی رہیں گی۔ ان شا اللہ

عبد الجبار علیمی چیف ایڈیٹر نیپال اردو ٹائمز +9779701714929

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com

اللہ صرف ممکنات ہی کا نہیں، ناممکنات کا بھی رب ہے

کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے

از قلم: ڈاکٹر محمد عبدالسمیع ندوی
اسسٹنٹ پروفیسر،
مولانا آزاد کالج آف آرٹس،
سائنس اینڈ کامرس، اورنگ آباد
موبائل: ۹۳۲۵۲۱۷۳۰۶

اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی کامل، مطلق اور بے مثال ہے کہ اس کی قدرت کسی سبب، قانون یا ظاہری امکان کی پابند نہیں۔ انسان کی عقل جہاں رک جاتی ہے، وہاں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جلوے شروع ہوتے ہیں۔ دنیا کے تمام قوانین اسی کے بنائے ہوئے ہیں، اس لیے وہ جب چاہے ان قوانین کے مطابق کام کرے اور جب چاہے اپنی حکمت کے تحت ان سے ہٹ کر ایسے امور ظاہر فرمائے جنہیں انسان ناممکن سمجھتا ہے۔ یہی معجزہ ہے اور یہی ربوبیت کا کامل اظہار ہے۔

قرآن مجید کا مطالعہ اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے بارہا ایسے معجزات ظاہر فرمائے جنہوں نے عقلوں کو حیران اور دلوں کو ایمان سے منور کر دیا۔ ان معجزات کا مقصد محض حیرت پیدا کرنا نہیں، بلکہ انسان کو یہ یقین دلانا ہے کہ اس کائنات کا مالک و مختار ہر چیز پر قادر ہے، اس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں اور اس کی مشیت کے سامنے ناممکن کا کوئی وجود نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سارہؓ بڑھاپے اور بانجھ پن کے باوجود حضرت اسحاق علیہ السلام کی ماں بنیں۔ ظاہری اسباب کے اعتبار سے یہ ناممکن تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے اسے ممکن بنا دیا تاکہ دنیا جان لے کہ عمر، بیماری اور بانجھ پن اللہ کے فیصلے کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

حضرت مریم علیہا السلام بغیر کسی شوہر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں بنیں۔ جب انہوں نے تعجب کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں۔ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف فرماتا ہے: "کن" یعنی "ہو جا"، اور وہ چیز "فیکون" یعنی "ہو جاتی ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا، مگر آگ نے جلانے کے بجائے اللہ کے حکم سے ٹھنڈی اور سلامتی والی صورت اختیار کرلی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آگ اپنی ذات میں مؤثر نہیں بلکہ اللہ کے حکم کی تابع ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے چھری چلائی گئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے چھری کی تاثیر کو روک دیا۔ جس دھار سے روزانہ جانور ذبح ہوتے ہیں، وہ ایک نبی کے گلے پر اللہ کے حکم کے بغیر اثرانداز نہ ہوسکی۔ اس سے ثابت ہوا کہ کاٹنے والی چھری نہیں بلکہ اللہ کا حکم ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا، مگر نہ انہیں ہضم کیا اور نہ ان کی جان کو نقصان پہنچا۔ سمندر کی گہرائیوں اور مچھلی کے پیٹ میں بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت ان کے ساتھ رہی۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے پتھر سے اونٹنی نکال کر دکھا دی۔ بے جان پتھر زندہ مخلوق کے ظہور کا ذریعہ بن گیا تاکہ انسان جان لے کہ خالق کے سامنے مادہ اور اسباب کی کوئی پابندی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے میں چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا۔ قرآن مجید نے اس معجزے کو بیان کرکے واضح کر دیا کہ آسمان کے عظیم ترین اجرام بھی اپنے خالق کے حکم کے تابع ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارے میں گفتگو کی۔ ایک نومولود بچے کا حکمت اور نبوت کی زبان میں بولنا اس حقیقت کا اعلان تھا کہ زبان، عقل، شعور اور قوتِ گویائی بھی اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا سمندر پر مارا تو سمندر دو حصوں میں تقسیم ہوگیا اور اس کے درمیان خشک راستے بن گئے۔ پانی

جیسی سیال چیز بھی اپنے رب کے حکم سے راستہ دینے پر مجبور ہوگئی۔

اسی طرح تاریخ نبوت کا ایک عظیم واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور پرورش کا ہے۔ فرعون نے خواب کی بنا پر یہ فیصلہ کیا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو قتل کر دیا جائے تاکہ اس کے اقتدار کو خطرہ نہ رہے۔ اس نے ہزاروں معصوم بچوں کو قتل کروا دیا، لیکن جس بچے سے اسے خطرہ تھا، اسی موسیٰ علیہ السلام کی پرورش اللہ تعالیٰ نے فرعون کے اپنے ہی محل میں، اسی کی نگرانی اور شاہانہ ماحول میں کروادی۔ یہ واقعہ اعلان کرتا ہے کہ انسان لاکھ تدبیریں کرے، مگر فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کا نافذ ہوتا ہے۔

اسی حقیقت کو شاعر نے نہایت خوبصورتی سے یوں بیان کیا ہے:

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

اگر قرآن مجید میں ناممکن کو ممکن بنانے کی سب سے دل نشین مثال تلاش کی جائے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی پوری زندگی اس کی روشن دلیل ہے۔ سورۂ یوسف دراصل امید، صبر، توکل اور اللہ کی تدبیر کا زندہ پیغام ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حسد میں آکر انہیں راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنایا۔ پہلے قتل کا ارادہ کیا، پھر ایک گہرے کنویں میں ڈال دیا۔ بظاہر یہ ان کی زندگی کا خاتمہ معلوم ہوتا تھا، مگر حقیقت میں یہی کنواں ان کی عظمت کی پہلی سیڑھی بن گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ایک قافلہ بھیجا۔ پانی نکالنے کے لیے ڈول ڈالا گیا تو یوسف علیہ السلام باہر آگئے۔ جس کنویں کو موت کا راستہ سمجھا جا رہا تھا، وہی زندگی کی نئی شروعات بن گیا۔

قافلے والوں نے انہیں مصر میں غلام کے طور پر فروخت کر دیا۔ بظاہر غلامی ذلت تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اسی غلامی کو عزت کا ذریعہ بنایا اور انہیں عزیزِ مصر کے محل تک پہنچادیا۔

پھر آزمائش کا ایک اور مرحلہ آیا۔ عزیزِ مصر کی بیوی نے گناہ کی دعوت دی، مگر یوسف علیہ السلام نے اللہ کے خوف سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ دنیا کی نظر میں یہ ناکامی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت میں یہی کامیابی کی تمہید تھی۔

جیل میں انہوں نے قیدیوں کے خوابوں کی تعبیر بیان کی۔ کئی برس بعد بادشاہ نے خواب دیکھا، جس کی صحیح تعبیر صرف حضرت یوسف علیہ السلام نے بیان کی۔ یہی خواب ان کی رہائی، عزت اور اقتدار کا سبب بن گیا۔

بادشاہ نے ان کی دیانت، علم اور حکمت کو دیکھ کر انہیں مصر کے خزانے کا نگران مقرر کر دیا۔ جو شخص کبھی غلام تھا، وہ پورے ملک کی معیشت کا امین بن گیا۔ آخرکار وہی بھائی، جنہوں نے انہیں کنویں میں ڈالا تھا، مدد کے لیے ان کے سامنے کھڑے تھے، مگر انہوں نے انتقام لینے کے بجائے فرمایا: ﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ "آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔"

یہ واقعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ کنواں محل بن سکتا ہے، غلامی عزت میں بدل سکتی ہے، قید اقتدار کا راستہ بن سکتی ہے، بشرطیکہ بندہ صبر، تقویٰ اور اللہ پر کامل بھروسا رکھے۔

یہ تمام واقعات ایک ہی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ اسباب مؤثر بالذات نہیں بلکہ مؤثرِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ آگ جلاتی ہے مگر اللہ چاہے تو نہیں جلاتی۔ چھری کاٹتی ہے مگر اللہ چاہے تو نہیں کاٹتی۔ پانی ڈبوتا ہے مگر اللہ چاہے تو راستہ بن جاتا ہے۔ مچھلی ہضم کرتی ہے مگر اللہ چاہے تو جائے پناہ بن جاتی ہے۔ کنواں موت نہیں بلکہ بادشاہت کی پہلی منزل بن جاتا ہے، اور دشمنوں کی سازشیں بھی کامیابی کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ آج کا انسان ظاہری اسباب کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے۔ ملازمت کو رازق، ڈاکٹر کو شافی، تجارت کو غنی بنانے والی اور حکومت کو عزت دینے والی سمجھنے لگا ہے، حالانکہ یہ سب صرف ذرائع ہیں۔ رزق دینے والا اللہ ہے، شفا دینے والا اللہ ہے، عزت و ذلت کا مالک اللہ ہے اور تمام اسباب کا خالق بھی وہی ہے۔

مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اسباب اختیار کرتا ہے، مگر بھروسا اسباب پر نہیں بلکہ مسبب الاسباب پر کرتا ہے۔ جب تمام راستے بند ہو جائیں، امید کی ہر کرن بجھ جائے اور دنیا ناممکن کا فتویٰ دے دے، تب بھی بندۂ مومن کا یقین متزلزل نہیں ہوتا، کیونکہ وہ اپنے رب کے اس فرمان پر ایمان رکھتا ہے:

﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ "اس کا معاملہ تو بس یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے: 'ہو جا'، پس وہ ہو جاتی ہے۔" (سورۂ یٰس: ۸۲)

یہی "کن فیکون" کا عقیدہ مسلمان کو ناامیدی سے امید، کمزوری سے قوت اور مایوسی سے یقین کی طرف لے جاتا ہے۔ جس رب نے بانجھ بڑھیا کو ماں بنایا، کنواری کو اولاد عطا کی، آگ کو ٹھنڈا کر دیا، چھری کی دھار کو بے اثر کر دیا، مچھلی کے پیٹ کو جائے پناہ بنا دیا، پتھر سے اونٹنی نکال دی، چاند کو شق کر دیا، شیر خوار بچے کو گویا کر دیا، سمندر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا، فرعون کے محل میں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرمائی اور یوسف علیہ السلام کو کنویں سے اٹھا کر مصر کی وزارت تک پہنچا دیا، وہی رب آج بھی زندہ ہے، ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

وہ صرف ممکنات ہی کا نہیں، ناممکنات کا بھی رب ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے ناممکن کا کوئی وجود نہیں، کیونکہ "کن" کہنے والا رب ہر چیز پر قادرِ مطلق ہے۔ یہی ایمان کی روح ہے، یہی توکل کی بنیاد ہے اور یہی قرآن کا ابدی پیغام ہے۔

مسلم معاشرے میں تاخیر سے شادیاں: ایک سنگین سماجی بحران اور ہماری ذمہ داریاں

تحریر: قاری محبوب الحسن مظفرنگریؔ

اسلام نے نکاح کو انسانی زندگی کا ایک مقدس اور مبارک بندھن قرار دیا ہے۔ یہی وہ ادارہ ہے جس کے ذریعے عفت و پاکدامنی کی حفاظت، نسلِ انسانی کی بقا، خاندانی نظام کا استحکام اور ایک صالح معاشرے کی تعمیر ممکن ہوتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیتے ہوئے فرمایا: "النکاح من سنتي"، یعنی نکاح میری سنت ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا:

"اور تم میں جو بے نکاح ہوں، ان کا نکاح کر دیا کرو، اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہوں ان کا بھی۔ اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا۔" (سورۃ النور: ۳۲)»

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ وہ نکاح کو آسان بنائے، نہ کہ مختلف رسم و رواج اور معاشرتی بوجھ کے ذریعے اسے مشکل سے مشکل تر بنادے۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج مسلم معاشرہ جن سنگین مسائل سے دوچار ہے، ان میں نوجوان لڑکیوں کی شادیوں میں غیر معمولی تاخیر ایک انتہائی تشویشناک مسئلہ بن چکا ہے۔ ہندوستان سمیت دنیا کے مختلف اسلامی ممالک میں لاکھوں ایسی لڑکیاں موجود ہیں جن کی عمریں تیس، پینتیس بلکہ چالیس سال تک پہنچ چکی ہیں، مگر وہ نکاح کی نعمت سے محروم ہیں۔ یہ مسئلہ صرف ایک خاندان یا چند افراد کا نہیں بلکہ پوری ملت کے مستقبل سے وابستہ ایک سماجی، اخلاقی اور دینی بحران ہے۔

مسئلہ کہاں ہے؟

عام طور پر اس تاخیر کا الزام معاشی حالات پر ڈال دیا جاتا ہے، لیکن اگر حقیقت کا غیر جانبداری سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اصل مسئلہ صرف غربت نہیں بلکہ ہماری سوچ، ہماری ترجیحات اور ہماری خود ساختہ رسومات ہیں۔

جہیز کی لعنت نے نکاح کو کاروبار بنا دیا ہے۔ اگرچہ اسلام میں جہیز نہ فرض ہے، نہ شرط اور نہ ہی اس کا مطالبہ جائز ہے، لیکن معاشرے نے اسے عزت و وقار کا معیار بنا لیا ہے۔ غریب والدین اپنی بیٹیوں کی شادی صرف اس لیے مؤخر کرتے رہتے ہیں کہ وہ لاکھوں روپے کا سامان مہیا نہیں کر سکتے۔

اسی طرح شادیوں میں فضول خرچی، بے جا نمود و نمائش، مہنگے شادی ہال، غیر ضروری تقریبات، قیمتی لباس، سونے کے زیورات اور بے شمار رسومات نے نکاح کو آسان عبادت سے نکال کر ایک مشکل معاشرتی منصوبہ بنا دیا ہے۔

ایک اور بڑا مسئلہ ذات برادری، خاندانی تفاخر اور سماجی برتری کا احساس ہے۔ بعض اوقات دیندار، با اخلاق اور تعلیم یافتہ رشتے صرف اس لیے رد کر دیے جاتے ہیں کہ وہ کسی دوسری برادری یا معاشی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حالانکہ اسلام نے فضیلت کا معیار صرف تقویٰ قرار دیا ہے۔

شرعی حکم کے مطابق ولی کی ذمہ داری ہے کہ وہ بالغ لڑکی کے لیے مناسب، دیندار اور صاحبِ اخلاق رشتہ ملنے پر بلاوجہ تاخیر نہ کرے۔ اگر محض دنیاوی مفادات، جھوٹی انا یا رسم و رواج کی بنیاد پر نکاح میں رکاوٹ ڈالی جائے تو یہ شرعاً قابلِ مذمت عمل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب تمہارے پاس ایسا شخص رشتہ لے کر آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو اس کا نکاح کر دو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور فساد برپا ہو گا۔" (جامع ترمذی)»

یہ حدیث آج کے حالات پر پوری طرح صادق آتی ہے۔ جب نکاح مشکل ہو گا تو معاشرے میں بے راہ روی، ذہنی اضطراب، غیر شرعی تعلقات اور اخلاقی انحطاط جیسے فتنے جنم لیں گے۔

شادی میں غیر ضروری تاخیر کے اثرات صرف ایک فرد تک محدود نہیں رہتے بلکہ پورا معاشرہ اس کی قیمت ادا کرتا ہے۔

ہزاروں لڑکیاں احساسِ محرومی، ذہنی دباؤ اور سماجی تنہائی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ والدین بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ مسلسل فکرمند رہتے ہیں۔

بہت سے نوجوان بھی مناسب رشتہ نہ ملنے کے باعث پریشان رہتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں بعض افراد غلط راستوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، جبکہ خاندانی نظام کمزور پڑتا جاتا ہے۔ آج یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ مسلم معاشرے میں نکاح کی شرح کم اور تاخیر کی شرح مسلسل بڑھ رہی ہے، جو آنے والے وقت میں مزید سنگین سماجی مسائل کو جنم دے سکتی ہے۔ اس بحران سے نکلنے کے لیے صرف حکومت یا کسی ایک ادارے پر انحصار کافی نہیں، بلکہ ہر فرد، ہر خاندان اور ہر دینی و سماجی تنظیم کو اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔ والدین اپنی بیٹیوں کے نکاح میں غیر ضروری تاخیر نہ کریں اور دینداری، اخلاق اور کردار کو اولین ترجیح دیں۔

نوجوان بھی اپنی خواہشات کو حقیقت پسندانہ بنائیں اور دولت، حسن اور ظاہری معیار کے بجائے صالح شریکِ حیات کے انتخاب کو اہمیت دیں۔

علماء کرام اپنے خطبات، دروس اور بیانات میں نکاح کو آسان بنانے کی تحریک چلائیں اور جہیز و فضول رسومات کے خلاف مسلسل آواز بلند کریں۔

مساجد، مدارس، ملی تنظیمیں اور سماجی ادارے اجتماعی نکاح کی مہمات شروع کریں اور غریب بچیوں کی شادی کے لیے امدادی فنڈ قائم کریں۔

اہلِ ثروت اپنے مال کا ایک حصہ یتیم، بیوہ اور غریب خاندانوں کی بچیوں کی شادی کے لیے وقف کریں۔ یہ صدقۂ جاریہ بھی ہے اور ایک عظیم سماجی خدمت بھی۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ نہ جہیز لیں گے، نہ دیں گے؛ نہ فضول رسومات اپنائیں گے، نہ دوسروں پر مسلط کریں گے؛ نہ ذات برادری کو دین پر ترجیح دیں گے اور نہ ہی نکاح کو غیر ضروری تاخیر کا شکار بنائیں گے۔

اگر مسلم معاشرہ اخلاص کے ساتھ اس سمت میں قدم بڑھائے تو یقیناً ہزاروں گھر آباد ہوں گے، والدین کی پریشانیاں ختم ہوں گی، نوجوانوں کی عفت محفوظ ہو گی اور ایک پاکیزہ، مضبوط اور خوشحال معاشرہ وجود میں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و سنت کی صحیح تعلیمات پر عمل کرنے، نکاح کو آسان بنانے اور اپنی آنے والی نسلوں کو ہر قسم کے اخلاقی اور سماجی فتنوں سے محفوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

امامِ حسینؓ کی سیرت انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ہے: سید مراد رضا رضوی

پیغامِ کربلا پر روشنی اور یادگار طرحی مسالمہ

بارہ بنکی: (پریس ریلیز) الحاج نصیر انصاری کے نبی گنج واقع مکان پر عالی سید مراد رضا رضوی عظیم آبادی کی باوقار صدارت اور ہذیل احمد ہذیل کی نظامت میں ایک خوبصورت مجلس اور محفل مسالمہ کا انعقاد کیا گیا۔ مہمانان خصوصی کے طور پر محترم شعیب چودھری سید صغیر امام اور اڑیسا کٹک سے تشریف لائے شاکر وارثی نے شرکت کی۔ مجلس کا اغاز صوفی شاعر ہذیل احمد ہذیل نے تلاوت قران پاک سے کیا گیا۔ مجلس کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید مراد رضا رضوی عظیم آبادی نے فرمایا کہ امام اور سیاسی لیڈر میں بہت فرق ہوتا ہے۔ لیڈر وہ ہوتا ہے جو اپنی کرسی بچانے کے لیے قوم کو قربان کر دے، دوسروں کو قربان کر دے، اور امام وہ ہوتا ہے جو اپنی قوم کو بچانے کے لیے دوسروں کو بچانے کے لیے خود کو قربان کر دے۔ ہم اس بات پر جھگڑ رہے ہیں کہ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنا ہے کہ نماز ہاتھ کھول کر پڑھنا ہے۔ جبکہ دشمن ہمارے ہاتھوں کو ہی کاٹ دینا چاہتا ہے۔ قوم کا المیہ یہ ہے کہ اس نے ایسے رہبر بنا لیے ہیں کہ جن کو خود ہی اپنی منزل کا پتہ نہیں ہوتا۔

بعد ازاں مصرع (دکھا گئے جو رہ حق وہ رہنما ہیں حسین) پر طرحی مسالمے کا اغاز کیا گیا پسندیدہ اشعار نذر قارئین ہیں۔

حسین وہ ہیں جو فطرت بدلنا جانتے ہیں
ہوا کے رخ پہ جو جلتا ہے وہ دیا ہیں حسین
مولانا سید مراد رضا رضوی عظیم آبادی

اسی لیے تو دیا کرتے تھے انہیں بوسے
مرے حضور کو معلوم تھا کہ کیا ہیں حسین
الحاج نصیر انصاری

خدا ہی جانے حقیقت میں اور کیا ہیں حسین
مری نظر میں تو اسلام کی بنا ہیں حسین
ہذیل احمد ہذیل

یہ مت کہو کہ گئے کیوں وہ کربلا کی طرف
تمہارے پست تصور سے ماورا ہیں حسین
مجیب صدیقی کرنل گنجوی

شفا نہ ملتی ہو جس کو یقین کر لیجے
ہر اک مرض کے لیے دافع بلا ہیں حسین
عظیم مشاہجی

قدم قدم پہ ضرورت ہے رہنمائی کی
قدم قدم پہ تمہارے نقوش پا ہیں حسین
عزم گونڈوی

رسول حق کی حدیثوں سے ہو گیا ثابت
خدا سے بندوں کے مابین رابطہ ہیں حسین
اجمل کنتوری

بریدہ سر نے تلاوت جو کی تو کیا ہے عجب
خدائے پاک کے جب عشق میں فنا ہیں حسین
مختار فاروقی

کسی کے واسطے کیا ہیں حسین وہ جانے
مرے لیے تو سر حشر اسر ہیں حسین
ماسٹر عرفان بارہ بنکوی

ہوا تباہ جو اس سے نکل گیا باہر
خدا کے دین کا لوگو وہ دائرہ ہیں حسین
شعیب کامل

لکھا ہوا ہے مدینے سے لے کے کوفہ تک
کہ ایک فرد نہیں ایک قافلہ ہیں حسین
مقصود پیامی

کسی نے پوچھا تھا مجھ سے بتا کہ کیا ہیں حسین
تو میں نے کہہ دیا جنت کا راستہ ہیں حسین
طالب اعلی پوری

لباس خلد سے انے میں مصلحت یہ تھی،
تمام اہل جہاں دیکھ لیں کہ کیا ہیں حسین
شمس زکریاوی

زمانہ جان لے پہچان لے خدا کی قسم
نبی کی فہم و فراست کا ائینہ ہیں حسین
عدیل منصوری

فنا یزید زمانے سے ہو گیا لیکن
کبھی نہ ہوگی فنا جس کی وہ بقا ہیں حسین
حیدر مسولوی

کریم ایسے کہ دشمن کو بھی کیا سیراب
رحیم ایسے کہ رحمت کا سلسلہ ہیں حسین
نظر مسولوی

اس کے علاوہ لطیف بارہ بنکوی جاسم کنتوری حافظ محمد یوسف بارہ بنکوی نے بھی اپنے اپنے خوبصورت کلام پیش کیے۔ محفل کے اختتام پر بزم کے صدر الحاج نصیر انصاری صاحب نے تمام شعراے کرام وسامعین کا شکریہ ادا کیا۔

اگلے ماہ کی حمدیہ نشست کے لیے جس مصرے کا اعلان کیا گیا وہ درج ذیل ہے۔

ہے ذرے ذرے میں جلوہ گری تری یارب

قافیہ۔ تری / ردیف۔ یارب

Secretary (Publicity & Publication) Abu Shahma Ansari
All India Minorities Forum for Democracy
Saadatganj, Barabanki (U. P)

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

تابش ردولوی کی نظم "اُردو کی کہانی اُردو کی زبانی" میری نظر میں

تابش ردولوی

اودھ کے قصبات کی شاندار علمی دینی اور روحانی روایات رہی ہیں میرے تصور میں اس وقت قصبہ ردولی ابھر رہا ہے اور شیخ العالم شیخ احمد عبدالحق کی پر روحانی خانقاہ کے در و دیوار دیدۂ باطن میں محفوظ ہیں اور علم ظاہر و باطن سے مزین وہاں کے صاحب سجادہ شاہ عمار احمد احمدی نیر میاں سے تعلق قلبی کا احیا ہو رہا ہے نیر میاں صاحب سے میری ملاقات صحافی عامر صابری کے اخبار کے آفس میں ہوئی اور اس وقت سے ان کی عنایات جاری ہیں وہ کئی بار میرے وطن اور خانقاہ کاظمیہ کاکوری کے عرس کے موقع پر تشریف لائے اسکے بعد پروفیسر شارب ردولوی یاد آئے جن کی حیثیت میرے رہنما اور شفیق بزرگ کی تھی اور میری کتاب آم نامہ کی بنیاد انکی ایک تصویر تھی آم نامہ جو شاعری میں کسی پھل پر پہلی کتاب کے طور پر لمکا بک آف ریکارڈ ۲۰۱۵ میں درج ہے پھر مجاز ردولوی کا پیہم خیال آتا ہے اور انکی بیشتر رومانی نظمیں ذہن میں محفوظ ہیں اور انکی زندگی کی محرومیوں کے قصے بھی سنے اور پڑھے ہوئے ہیں ایک گہرا تعلق مجاز سے بھی ہے اور اب فضائے علم وروحانیت سے ایک شخصیت سے تعارف ہو گیا تابش ردولوی اور اس تعارف نے مسرت سے ہم کنار کیا ان کی غزلیں مختلف معیاری رسائل اور جرائد میں دیکھ کر ان کی غزل پر مظبوط گرفت کا اندازہ ہو چکا تھا اور ان کی شاعری سے کچھ ایسا لگاؤ ہو گیا کہ وہ جہاں نظر آتی پڑھ ضرور لیتا تھا لیکن یہ تک نہیں معلوم تھا کہ وہ رہتے کہاں ہیں ضروری نہیں کہ وہ وطن کی مناسبت سے ردولوی لکھتے ہیں تو ردولی میں رہتے بھی ہوں کیونکہ میں ہوں کاکوروی لیکن رہا ہمیشہ سے لکھنو میں ہوں اور ان کے کلام سے لطف اندوز ہونا ہی کافی تھا کہ ایک دن ان کا فون آ گیا اور انہوں نے میرے سلسلے میں جن الفاظ سے اپنے جزبے کا اظہار کیا وہ تو میں بتانے سے مجبور ہوں لیکن انکی سادہ مزاجی شعر و ادب سے بے پناہ لگاؤ کا اندازہ ہوا اور وہ اپنی ذات کے حصار میں قید نہیں نظر آئے جبھی مجھے پڑھ کر مجھ تک پہنچ گئے اور مشکلوں سے میرا نمبر حاصل کیا اور پھر وہاٹس اپ پر اپنی ایک نظم بھیجی برائے مطالعہ جو اردو ادب کی منظوم تاریخ تھی اردو کی زبانی اسکی حیثیت تاریخ کی ہے

تاریخ بنیادی طور پر نثر کی متقاضی ہوتی ہے پابند شاعری میں کوئی تاریخ بیان کرنا کار مشکل ہے یہ وہی کر سکتا ہے جس کو اپنی قادر الکلامی کا عرفان اور بصیرت حاصل ہو ان کی پر محبت خواہش تھی کہ میں اس پر کچھ لکھ دوں اور ان کی خواہش کا احترام میرا فرضِ عین تھا۔

ان کی ایک سو چالیس اشعار پر مشتمل یہ نظم انتہائی خوبصورت، فکر انگیز اور گراں قدر تخلیقی کاوش ہے۔ تابش ردولوی صاحب نے "اردو کی کہانی، اردو کی زبانی" کے عنوان سے اردو زبان کی منظوم تاریخ پیش کر کے یقیناً ایک اہم ادبی خدمت انجام دی ہے۔

اس نظم کی سب سے بڑی خوبی اس کا اسلوب ہے۔ شاعر نے 'تجسیم' (Personification) کی تکنیک کا استعمال کرتے ہوئے اردو زبان کو خود متکلم (زبانِ حال) بنایا ہے۔ زبان کا خود اپنی سرگزشت بیان کرنا قاری کو ابتدا ہی سے اپنے سحر میں جکڑ لیتا ہے۔ صنفِ مثنوی کے روایتی اور پختہ بحر میں تاریخ کے خشک حقائق کو شعری حسن کے ساتھ پرو دینا تابش صاحب کی قادر الکلامی کا ثبوت ہے۔

نظم ارتقا پذیر ہوتی ہے اور ہمیں انکے تاریخی شعور اور تہذیبی پس منظر کا اندازہ ہوتا جاتا ہے زبانیں صرف الفاظ کا مجموعہ نہیں ہوتیں بلکہ تہذیبوں کا گہوارہ ہوتی ہیں۔ آغاز میں شاعر نے اردو کے ارتقا کو بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے اور یہ آغاز و ارتقا آریائی ملاپ سے لے کر دکن کے بہمنی دور اور ہند کے ریگزاروں تک، زبان کے سفر کو تاریخی تسلسل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے

"آریوں کے شکم سے میں پیدا ہوئی / بہمنی دَور میں کچھ ہویدا ہوئی"

صوفیانہ اور عوامی جڑیں بھی نظر آتی ہیں امیر خسرو کے گیتوں، شاہ راجو، اور خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے فیضان کا ذکر کر کے یہ واضح کیا گیا ہے کہ اس زبان کے خمیر میں محبت، صوفیانہ رواداری اور عوامی رنگ شامل ہے۔ دکنی ادب اور کلاسیکی سرمائے کا احاطہ کیا ہے اسکی ساتھ دکنی اور ابتدائی اردو ادب کے شاہکاروں اور اساتذہ کے ناموں سے نظم سجی ہے۔ شاعر نے کمالِ ہنر مندی سے کلاسیکی تصانیف اور شعرا کے ناموں کو شعروں میں پرو دیا ہے:

نظامی کی 'کدم راؤ پدم راؤ' (اردو کی پہلی مثنوی) کی طرف اشارہ: "خواب گاہِ نظامی کا احساس ہوں"۔

ملا وجہی کی 'سب رس' اور 'قطب مشتری' کا ذکر بھی کر دیا

غواصی کی 'سیف الملوک و بدیع الجمال' اور اشرف بیابانی یا دکن کے دیگر مقتدر شعرا (مقیم، رستم، فضل علی) کا تذکرہ۔

یہ بیان محض شاعری نہیں ہے، بلکہ اردو ادب کے طالب علموں کے لیے پوری تاریخ کا ایک جامع خلاصہ ہے۔ الفاظ کا انتخاب، تراکیب کی چست بندی اور بحر کا دھیما بہاؤ اس نظم کو ایک دستاویزی حیثیت عطا کرتا ہے۔ تاریخ کے خشک حقائق کو شعری حسن کے ساتھ پرو دینا تابش ردولوی کے قوت اظہار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

نظم بیان کرتی ہے دکنی دور کے زمانۂ آخر کو پھر دکن سے دہلی کی طرف زبان کے سفر، اور دلی کی ابتدائی بزمِ سخن کا بہت خوبصورت احاطہ کیا گیا ہے دکنی اور گجراتی ادبا کا اعتراف اور لسانی تسلسل زبان اپنے سفر میں جن شخصیات کے خونِ جگر سے سینچی گئی، تابش ردولوی صاحب نے ان کا والہانہ ذکر کیا ہے۔

شاعر نے محض ناموں کی فہرست نہیں دی بلکہ ان کے فن کی روح کو شعروں میں سمویا ہے قدیم اساتذہ کا تذکرہ: بیجاپور اور گولکنڈہ کے عہد سے وابستہ اہم ناموں جیسے شیخ باجن، شاہ علی محمد جیو گام دھنی (آیت اللہ)، شاہ گلشن، نصرتی، ابن نشاطی اور غواصی (ایامی) کا ذکر کر کے زبان کے ارتقائی سفر کی مضبوط کڑیوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس دور کی اہم کتب جیسے 'نزہت العاشقین' (ذوقی)، عیسوی خاں کی 'قصہ مہر افروز و دلبر'، اور 'راگ مالا' کی شعری اہمیت کا اعتراف کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ زبان دکن اور گجرات کے صوفیا اور درباری سرپرستی میں کس طرح پروان چڑھی۔

شمالی ہند (دہلی) کا رخ اور جعفر زٹلی کا منفرد ڈھب زبان دکن کے گلزاروں سے نکل کر شمالی ہند بالخصوص دہلی کے کوچے و بازار میں قدم رکھتی ہے

اردو شاعری میں طنز و مزاح کے امام اور عوامی زبان کے نبض شناس جعفر زٹلی کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے:

"انقلاب زمانہ، کہیں جس کو سب
یاد ہے مجھ کو جعفر زٹلی کا ڈھب"

یہ شعر واضح کرتا ہے کہ اردو نے جہاں درباری ثقافت کو اپنایا، وہاں عوامی احتجاج، تلخی اور طنز کے پیرائے (جعفر زٹلی کے ڈھب) کو بھی اپنے دامن میں جگہ دی۔

شاہ حاتم، عمدۃ الملک، تاجی، اور خان آرزو کے حوالے سے اس عہد کا نقشہ کھینچا گیا ہے جب دہلی میں زبان کی اصلاح اور اس کے نکھار کا کام باقاعدہ شروع ہو چکا تھا دہلی کی بزمِ سخن کے جلوے بھی نظر نواز ہوتے ہیں

"آسمانِ سخن کی زمیں بن گئی
میں ایاغی کے فن کی امیں بن گئی"

یہ نظم دراصل اردو زبان اور اس کے تاریخی ارتقا کی ایک خوبصورت منظوم تاریخ (Poetic Historiography) ہے۔

تابش ردولوی نے اس نظم میں شعری پیکر تراشی کے ذریعے اردو زبان کو خود کلامی کی صورت میں پیش کیا ہے، جہاں زبان خود اپنی سرگزشت سنا رہی ہے۔

نظم کا سب سے بنیادی اور جاندار وصف اس کا بیانیہ اسلوب ہے۔ شاعر نے اردو زبان کو ایک جیتے جاگتے کردار کے طور پر پیش کیا ہے (مثلاً: "لشکری بھی ہوں میں، ہندوی بھی ہوں میں" یا "آنے والے دنوں کی زباں ہوگئی")۔ زبان خود اپنے سفر، اپنی ترویج اور اپنے عروج و زوال کی داستان سنا رہی ہے، جس سے اسلوب میں ایک ڈرامائی اور تاثراتی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔

تابش ردولوی نے اردو شاعری کے درخشندہ ستاروں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔ دکن اور دلی کے تذکروں سے لے کر لکھنؤ کی بزمِ سخن تک، ہر بڑے نام کا ذکر اس کے خاص وصف کے ساتھ کیا ہے

میر تقی میر کو اردو شاعری کی "سند" اور اس زبان کو جوانی بخشنے والا معمار قرار دیا ہے۔

سودا اور درد: سودا کے سودائے سخن اور میر درد کے صوفیانہ فن کو زبان کی انفرادیت کا سبب بتایا گیا ہے۔

مضمون نگار-- سہیل کاکوروی

مصحفی اور انشاء: مصحفی کو کارزارِ سخن کی ابتدا و انتہا اور انشاء کی 'سلکِ گہر' کو زبان کا رشکِ لعل و گہر کہا ہے۔

ناسخ، ذوق اور چکبست: ناسخ کی بحرِ سخن کی روانی، ذوق کا ذوق نظر اور چکبست کے قومی و لسانی ملاپ کو خوبصورتی سے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

یہ نظم اردو کے بنیادی نظریے یعنی "کثرت میں وحدت" کی بہترین عکاس ہے۔ شاعر نے روایتی مذہبی اور لسانی تفریق کو مٹاتے ہوئے لکھا ہے:

"میں ہی ملّا بھی تھی، میں ہی تھی برہمن"
"مذہبی اختلافات سے دور ہوں"

یہ مصرعے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اردو کسی ایک طبقے یا مذہب کی زبان نہیں، بلکہ یہ ہندوستانی مشترکہ تہذیب جسے گنگا جمنی تہذیب کا نام دیا جاتا ہے اس کا نچوڑ ہے۔ یہ ملا اور برہمن دونوں کے گھروں میں پلی بڑھی ہے اور اس نے ہر رنگ کو خود میں سمو لیا ہے

فنی ساخت اور آہنگ دل سے عروج کر کے فرازِ ذہن تک پہنچ جاتا ہے یہی نظریہ سازی کی راہ ہموار کرتا ہے

تابش ردولوی نے اس نظم میں شعری پیکر تراشی کے ذریعے قابل تعریف اثر انگیزی پیدا کی ہے۔

نظم کا سب سے بنیادی اور جاندار وصف اس کا بیانیہ اسلوب ہے۔ شاعر نے اردو زبان کو ایک جیتے جاگتے کردار کے طور پر پیش کیا ہے مثلاً: "لشکری بھی ہوں میں، ہندوی بھی ہوں میں" یا "آنے والے دنوں کی زباں ہوگئی"۔ زبان خود اپنے سفر، اپنی ترویج اور اپنے عروج و زوال کی داستان سنا رہی ہے، جس سے اسلوب میں ایک ڈرامائی اور تاثراتی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔

تابش ردولوی نے اس نظم میں اردو شاعری کے درخشندہ ستاروں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔ دکن اور دلی کے تذکروں سے لے کر لکھنؤ کی بزمِ سخن تک، ہر بڑے نام کا ذکر اس کے خاص وصف کے ساتھ کیا ہے: ثقافتی آمیزش Cultural Synthesis نے نظم کو اور وقیع کر دیا ہے

یہ نظم اردو کے بنیادی نظریے یعنی کثرت میں وحدت یا قومی ہم آہنگی کی بہترین عکاس ہے۔ شاعر نے روایتی مذہبی اور لسانی تفریق کو مٹاتے ہوئے لکھا ہے:

"میں ہی ملّا بھی تھی، میں ہی تھی برہمن"
"مذہبی اختلافات سے دور ہوں"

یہ مصرعے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اردو کسی ایک طبقے یا مذہب کی زبان نہیں، بلکہ یہ ہندوستانی مشترکہ تہذیب یا گنگا جمنی تہذیب کا نچوڑ ہے۔ یہ ملا اور برہمن دونوں کے گھروں میں پلی بڑھی ہے اور اس نے ہر رنگ کو خود میں سمو لیا ہے۔

اسکی فنی ساخت اور آہنگ قابل ذکر و لائقِ تحسین ہے

نظم بحر متقارب یا بحر رمل کے ہلکے اور روانی والے اوزان پر مبنی معلوم ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس میں ایک فطری بہاؤ ہے۔ ہر شعر اپنے اندر ایک مکمل تاریخی اشارہ تلمیح چھپائے ہوئے ہے۔ الفاظ کا انتخاب جزر و مد سے پاک اور غزل کے روایتی رچاؤ کے ساتھ نظم کے ڈھانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔

میرا تجربہ ہے کہ غزل کا شاعر جب نظم بھی کہتا ہے تو اکثر اس میں اس کا مزاج غزل در آتا ہے اور وہی نظم کو غنائی حسن اور زیادہ تاثیر عطا کرتا ہے تابش کی یہ نظم وہی تاثیر لئے ہے۔

تابش ردولوی کی منظوم تاریخ ان کی فنی بصیرت، زبان پر قدرت اور اساتذۂ سخن سے قلبی وابستگی کا روشن نمونہ ہے۔ شاعر نے مختلف شعرا کی ادبی خدمات اور ان کی انفرادی خصوصیات کو نہایت رواں، دل نشیں اور مؤثر انداز میں منظوم کیا ہے۔ ہر شعر میں نہ صرف متعلقہ شاعر کی شخصیت اور فن کا تعارف ملتا ہے بلکہ ان کے ادبی مقام کی بھی خوبصورت عکاسی ہوتی ہے۔ نظم کی زبان سادہ، شستہ اور کلاسیکی رنگ لیے ہوئے ہے، جس سے قاری کی دلچسپی ابتدا سے انتہا تک برقرار رہتی ہے۔ تشبیہات، استعارات اور شعری پیکر بندی نے بیان کو مزید مؤثر اور پرکشش بنا دیا ہے۔ شاعر نے تاریخی معلومات کو محض خشک انداز میں پیش نہیں کیا بلکہ انہیں شعریت، حسنِ بیان اور جذباتی تاثیر سے آراستہ کر دیا ہے، جس کی وجہ سے یہ منظوم تاریخ ایک ادبی تخلیق کا لطف بھی عطا کرتی ہے۔

مجموعی طور پر تابش ردولوی نے اردو ادب کی تاریخ کو نظم کے قالب میں کامیابی کے ساتھ ڈھال کر اسے یادگار، دل آویز اور علمی اعتبار سے مفید بنا دیا ہے۔ یہ اسلوب طالب علموں، محققین اور ادب کے شائقین کے لیے یکساں طور پر دلچسپی اور استفادے کا باعث ہے۔

تابش ردولوی کی یہ نظم محض ایک زبان کی آپ بیتی نہیں بلکہ ایک عہد، ایک تہذیب اور ایک ادبی سفر کی دلنشیں داستان ہے۔ اس نظم میں اپنے فن پر اعتماد، اساتذۂ سخن سے عقیدت، اہلِ بیتِ اطہار سے محبت، انسان دوستی اور زبان و ادب کی خدمت کا جذبہ نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔

تابش ردولوی کی شاعری روایت اور جدت کا حسین امتزاج ہے۔ ان کے یہاں جذبے کی صداقت، فکر کی گہرائی، زبان کی شائستگی اور اظہار کی سلاست قاری کو ابتدا سے انتہا تک اپنے ساتھ باندھے رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام صرف لطفِ سخن ہی نہیں دیتا بلکہ قاری کے دل و دماغ پر دیرپا اثر بھی چھوڑتا ہے۔

تابش ردولوی کی متذکرہ نظم ادبی شخصیت کا جامع تعارف اور اردو ادب میں ان کی گراں قدر خدمات کا آئینہ ہے۔ ان کا یہ شعری سرمایہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی رہنمائی، حوصلہ افزائی اور ادبی ذوق کی آبیاری کا اہم ذریعہ رہے گا

اسکے علاوہ ان کی نثر بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی اور شاعری کی طرح وہ نثر بھی اچھی لکھتے ہیں۔ میں اور وہ دونوں پروفیسر ملک زادہ منظور احمد مرحوم کے شاگرد ہیں اور یہ قدر مشترک ان سے تعلق اور مضبوط کرتی ہے

یہ کہانی اردو ہی کی زبانی دلچسپی اور مقصدیت سے خالی نہیں ہے فکر تابش نے اسکے حسن کو نکھار دیا ہے

خون بن کر رگ و پے میں بہتی ہوں میں
آجکل فکر تابش میں رہتی ہوں میں
ناز فرمائے مجھ پر زمین و زماں
میں ہوں اردو زباں میں ہوں اردو زباں

غزل---

ایک احساں کہ ہمیں اپنا پرستار کیا
ایک تحفہ کہ محمد کو جہاں دار کیا
ایک صورت جو ہمیں سب میں نظر آتی ہے
ایک سیرت کہ ہمیں صاحبِ کردار کیا
ایک پردہ کہ مشیت کو چھپائے ہے ابھی
ایک جلوہ جو ہر اِک شے میں نمودار کیا
ایک نفرت کہ ابھی تک ہے اندھیروں کی اسیر
ایک اُلفت کہ ہر اِک دل کو ضیا بار کیا
ایک وہ درد جو احساس کی پرتوں میں رہا
ایک وہ کرب کہ آنکھوں کو گہر بار کیا
ایک وہ لوگ جو لڑتے ہیں مظالم کے خلاف
ایک وہ جن کو مظالم کا طرفدار کیا
ایک وہ جھوٹ کہ غیرت نے چھپایا دل میں
ایک وہ سچ کہ محبت کو سبک سار کیا
ایک وہ خواب کہ جس کی کوئی تعبیر نہیں
ایک وہ خواب کہ جس نے ہمیں بیدار کیا
ایک نخوت کہ نہ ہونے دیا انساں ہم کو
ایک نسبت کہ ہمیں حق کا پرستار کیا
ایک منکر کی اداؤں میں گیا ہے ایماں
ایک کافر کی نگاہوں نے گنہگار کیا
ایک بھی وصفِ تکلم نہ تھا ہم میں تابش
ایک اللہ نے ہمیں لائقِ گفتار کیا

تابش ردولوی
۱۷/۹۸-اے، محلہ۔ پورہ بساون
پوسٹ۔ ردولی، ضلع۔ ایودھیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نجم باگ

ازدھام

آج جمعہ ہے اور صبح ہی سے رم جھم چل رہی ہے فجر میں تو خوب موسلا دھار بارش تھی گہرا سیاہ لوپ زیب تن کر کے نماز جمعہ سے فراغت پالی ادھر ادھر سیاہ کالے کرتہ پاجامہ بہت زیب دے رہے ہیں گھر والے نالاں ہیں طنزیہ مسکراہٹ لبوں پر مچلتی رہتی ہے دوپہر ہوتے ہوتے مطلع یکدم صاف تھا بلکہ تمازت شروع ہو چکی تھی

ہوٹل گل بہار میں بھنبھناہٹ بھری ہوئی تھی وسیع کشادہ ہال کی کم و بیش سیٹیں پر تھیں بیرے دوڑے پھر رہے تھے عام طور پر جمعہ کی شام یہی منظر رہتا ہے اندر جا کر ac سیکشن میں جھانک کر دیکھا وہ بھی کھچا کھچ بھرا ہوا تھا پلٹ کر نظر دوڑائی تو وہ دور کارنر سے اپنی طرف بلا رہے تھے سفاری سوٹ میں چہرہ پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی سلام کر کے بازو بیٹھ گیا پھر تو باتوں کا جو سلسلہ چل پڑا تو وقت سرعت سے رواں تھا چائے ریفریشمنٹ سب ہی کچھ تو ہو گیا تھا سنا رہے تھے بھابھی صاحبہ ڈاکٹر کی تجویز پر heal میں اڈمٹ ہیں ملال و شرمندگی ہوئی کہ ہم کیوں بے نیاز ہو رہے ہیں پر وہ بھی تو مطلع کرتے کل زرینہ کے ہمراہ دیکھ آونگا ماں جیسی ہی تو ہیں میرا بچپن ان کی شفقتوں سے مہکا ہوا تھا

ایک ہنگامی صورت حال ابھر آئی ہے شہر کے بے شمار مقامات پر اویرنیس کے پروگرام منعقد کیئے جا رہے ہیں گھر گھر تذکیر و تنبیہ کی جا رہی ہے کہ غفلت نہ اوڑھے رہیں جاگیں اور جگائیں اسٹریٹ لیڈرس کی بن آئی ہے قائد و رہنما کا چولہ کس لیا ہے آگہی سے زیادہ عدم تحفظ کا چرچا ہے وہ بھی بہت فکر مند ہے اور فکر مندی جھنجھلاہٹ میں ڈھل رہی ہے مجھ سے ملا تو بہت طیش میں تھا سب کو ہی لپیٹے میں لے رکھا تھا میں نے سمجھا کہ آزمائشی دور کی عمر قلیل ہوتی ہے اور صدیوں کی نیند کو یکلخت بیدار مغزی میں نہیں بھنا جا سکتا

اور پھر ہماری تاریخ تو عروج و زوال سے بھری ہوئی ہے

ایک طویل لائحہ عمل ہے جس سے گذرنا ناگذیر ہے اور حالات کو بدلنے کی اولین شرط یہ ہے کہ خود کو بدلیں انفرادی سطح پر بھی اجتماعی سطح پر بھی اور سب سے اہم بات یہ کہ افراد سے توقعات ہٹا کر رب سے وابستہ ہو جائیں اور ساری جاری جاہلیتوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے صاف سیدھی شاہراہ پر آ جائیں ارے بھائی تمہیں تو آگہی ہے کہ تاریخ انسانی میں یونس ع کی قوم ہی وہ واحد قوم ہے کہ جس نے اجتماعی طور پر توبہ کی اور رب نے عذاب کا فیصلہ اٹھا لیا اسی شعور کو بڑے پیمانے پر بیدار کیئے بغیر چارہ کار نہیں ہے

اس سے یہ مراد نہیں ہے کے کہ تعلیم معاشی عروج خدمت خلق خوشگوار تعلقات عبادات میں استغراق اور مثبت تعمیری اور اصلاحی کاموں سے کنارہ کش ہو جائیں نہیں بلکہ توبہ استغفار کی اولیت کے ساتھ دیگر کام کرتے رہیں تب ہی رب کی تائید و نصرت سے فیض یاب ہوا جا سکتا ہے ہراساں اور دہشت زدہ ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے کہ حالات کے بدلنے میں وقت کوئی عنصر نہیں ہے

تم ٹھیک کہتے ہو

اصل میں یہ میڈیا اور سیاست کی ملی بھگت ہے اس سے ہوشیار رہنا وقت کا تقاضہ ہے

اور ہاں بہت دن ہوئے ملاقات نہیں ہوئی کیا مشاغل ہیں

نہیں کچھ خاص نہیں

سب اپنے اپنے بزنس و جاب میں جٹے ہوئے ہیں بیٹیاں اپنے سسرال میں مست حال ہیں میرے لیئے ہی وقت گذارنا کٹھن مرحلہ ہے

اب فرصت میں ہو

بالکل خیریت کہاں جانا ہے کہیں خاص نہیں

ایک دو مکانوں میں ملاقات کر لینگے اور پھر ہوٹل بھر جائے گی وہاں کچھ لوگوں سے افہام و تفہیم کر لینگے کیا کوئی خاص بات

نہیں ابھی جو باتیں تمہارے روبرو رکھیں اسی کو کتاب و سنت سے منقع کرینگے

بہت خوب یہ تو بہت اچھی بات ہے

ابھی مجھے ایک کام یاد آ گیا ہے

میں چلتا ہوں

میں ہونق سا اس کو دیکھتا رہا اور

وہ سرعت سے چل دیا۔

کالونی میں بکیٹس گھڑے پلاسٹک کے ڈبوں کی لمبی قطار تھی اور واٹر ٹینکر سے ایک کے بعد دیگرے میں پانی انڈیلا جا رہا تھا لوگ شکایت کر رہے تھے کہ آدھا برتن ہی بھرا جا رہا ہے گھر میں داخل ہوا تو دیکھا بہوؤں اور بیٹوں پر طیش میں تھی کہ پانی کو بے فضول ضائع کیا جا رہا ہے میں نے کہا اطمینان رکھو صبح اچھی خاصی بارش ہوئی ہے بورویل کا واٹر لیول بڑھ جائے گا فرید کے خالی برتن لے آنے پر وہ برہم تھی

کیا کروں امی

سارا ٹینک خالی ہو گیا

آدھا ٹینکر تو کونسلر کی ٹینک میں ڈال دیا میں نے خود دیکھا ہے پھر ڈرائیور دو دو گھڑے بیچتا بھی ہے

اب تم خود اندازہ کر سکتی ہو کہ سارا پس منظر اہل ایمان کا ہے اور دروغ اور بد کرداری کا یہ حال ہے تو پھر بغیر توبہ کے حالات کیسے بدلینگے ہم تو زمین کا نمک ہیں محض خالی خالی باتوں کی لاف زنی سے کچھ نہیں ہو گا منقلب ہونا

ایک ہی علاج ہے اور سب سر ہلا رہے تھے کاش قلب میں بھی اتر جائے تو کچھ بات بنے

باتیں تو تمہاری دل کو لگتی ہیں

پر یہ کیا ماجرا ہے کہ تبدیلی منفی ہی ہو رہی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ نہ توافق ہے نہ تعاون نہ تصویق ہے اور توثیق اور نہ ہی منصوبہ بندی بلکہ مختلف گروہ ہیں جو متضاد راہ پر چل پڑے ہیں اور پھر تعلق ہے نہ تامل اور نہ ہی تال میل بلکہ بندگی کے شور میں خودسری جلوہ گر ہے ظاہری بات انتشار و ہزیمت کے مظاہرے ہیں

حالانکہ اسلوب بھی ہے کردار و واقعات اور مکالمات سے فضا سحر انگیز ہے پھر بھی شکایت ہے مطالعہ کو خیرباد کیئے عرصہ ہو چکا ہے اسلیئے کچھ کہنے سے بہتر ہے کہ اپنی خلاقیت سے ہی جڑے رہیں بس۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810